خلیفہ چہارم

امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

پیدائش و نام و نسب

خلیفہ چہارم حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کا نام علی ابن ابی طالب اور کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہے۔ آپکی کنیت ابوتراب آنحضرت (ﷺ) نے فرمائی۔ آپ سرکار دوعالم (ﷺ) کے چچا ابوطالب کے صاحبزادے یعنی حضور (ﷺ) کے چچازاد بھائی ہیں۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کی والدہ کا نام حضرت فاطمہ بنتِ اسد بن ہاشم ہے اور یہ پہلی ہاشمی خاتون ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور ہجرت فرمائی۔

آپکا سلسلۂ نسب اسطرح ہے علی ابن ابی طالب المعروف بہ عبدمناف بن عبدالمطلب المعروف بہ شیبہ بن ہاشم المعروف بہ عمر بن عبدمناف المعروف بہ مغیرہ بن قصی المعروف بہ زید بن کلاب بن مرہ بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔

آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) عام الفیل ۱۳/ رجب المرجب کو بروز جمعہ ۳۰ ھ میں خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے اُس وقت حضور (ﷺ) کی عمر مبارک ۳۰ برس تھی۔

آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد نے اپنے والد کے نام کے لحاظ سے آپکا نام حیدر رکھا مگر بعد میں ابوطالب نے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا نام بدل کر علی رکھ دیا۔ (مدارج النبوت)

آنحضرت (ﷺ) نے اپنے چچا ابوطالب پر عیال کا بوجھ ہلکا کرنے کیلئے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کو گود لے لیا اور اسطرح حضور (ﷺ) کے سایۂ رحمت میں آپ نے ہوش سنبھالا آپ (ﷺ) کے عاداتِ کریمہ سیکھیں اور اپنائیں۔ اسی صحبت مبارکہ کا فیض تھا کہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) ہمیشہ سے ہی بت پرستی سے محفوظ رہے اور اسی لئے آپکا لقب کرم اللہ وجہہٗ مشہور ہوا۔ (بحوالہ تنزیہ المکانتہ الحیدریۃ)

اسکے علاوہ بیضۃ البلد، امین، شریف، ہادی، مہدی، ذی الاذن الذرعیہ، یعسوب الامت بھی آپکے القابات میں سے ہیں۔ (مدارج النبوت)

قبول اسلام

حضرت علی کرم (اللہ وجہہ) نو عمر لوگوں میں سب سے پہلے اسلام لائے ۔ اس وقت آپکی عمر دس برس تھی ۔ اور بعض روایات کے مطابق آٹھ (۸) اور نو (۹) برس تھی ۔

(تاریخ الخلفاء، تنزیہ المکانۃ الحیدریۃ)

حضرت ابو یعلی خود حضرت علی (رضی اللہ تعالی عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (رضی اللہ تعالی عنہ) نے فرمایا کہ نبی کریم (ﷺ) دوشنبہ کے روز مبعوث ہوئے اور دوسرے دن سہ شنبہ کو میں مسلمان ہوا۔ صحیح روایت کے مطابق آپ (رضی اللہ تعالی عنہ) صغیر سن تھے ۔ بالغ ہونے سے پہلے اسلام لے آئے تھے ۔

(مدارج النبوت)

محمد بن اسحق حضرت علی (رضی اللہ تعالی عنہ) کے مشرف بہ اسلام ہونے کے واقعے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علی (رضی اللہ تعالی عنہ) نے حضور (ﷺ) اور حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ جب آپ (ﷺ) اور ام المؤمنین سیدہ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت علی (رضی اللہ تعالی عنہ) نے حضور (ﷺ) سے پوچھا کہ آپ لوگ یہ کیا کر رہے تھے ۔ حضور (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ تعالی کا ایسا دین ہے جسکو اس نے اپنے لئے منتخب فرمایا ہے اور اس کی تبلیغ واشاعت کے لئے اپنے رسول کو بھیجا ہے لہذا میں تم کو بھی اپنے معبود کی طرف بلاتا ہوں جو اکیلا ہے اور اسکا کوئی شریک نہیں اور میں تم کو اسی کی عبادت کا حکم دیتا ہوں۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالی عنہ) کے دل میں یہ سن کر ایمان راسخ ہو گیا اور دوسرے روز صبح ہوتے ہی حضور (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہو گئے ۔

ہجرت

کفار قریش نے رحمتِ عالم (ﷺ) کے قتل کی ناپاک سازش بنائی اور ایک رات حضور (ﷺ) کے سونے کا انتظار کرنے لگے کہ آپ (ﷺ) کو معاذ اللہ سوتے میں قتل کر ڈالیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب (ﷺ) کو ہجرت کا حکم فرما دیا چنانچہ سرکار اقدس (ﷺ) نے اللہ (عزوجل) کے حکم کے مطابق مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کا ارادہ فرمایا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلا کر فرمایا کہ مجھے اللہ (عزوجل) نے ہجرت کا حکم فرما دیا ہے لہٰذا میں آج رات مدینہ منورہ روانہ ہو جاؤں گا۔ آج رات تم میرے بستر پر میری چادر اوڑھ کر سو رہو تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ قریش کی ساری امانتیں میرے پاس رکھی ہوئی ہیں وہ امانتیں ان کے مالکوں کے حوالے کر کے تم بھی مدینہ منورہ آ جانا۔

چنانچہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تعمیل نبوی (ﷺ) میں ذرا تأمل نہ کیا حالانکہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جانتے تھے کہ آج کفار، حضور (ﷺ) کو سونے کی حالت میں قتل کا ارادہ کر چکے ہیں اور آج اس بستر پر قاتل، قتل کے ارادے سے آئیں گے لیکن حضور (ﷺ) کا فرمایا ہوا بھی غلط نہیں ہو سکتا اور چونکہ آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا ہے کہ تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ قریش کی امانتیں دے کر تم بھی مدینے چلے آنا۔ تو اسکا یقیناً مطلب یہی ہے کہ یہ کفار قریش مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچا سکیں گے۔ میں زندہ رہوں گا اور مدینہ منورہ ضرور پہنچوں گا۔

حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا یہ یقین بالکل درست ثابت ہوا آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں رات بھر آرام سے سویا۔ صبح اُٹھ کر امانتیں ان کے مالکان کے حوالے کیں۔ کسی سے نہیں چُھپا۔ مکہ میں تین دن رہا اور امانتیں سونپ کر مدینے کی طرف روانہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ راستے میں بھی کسی نے مجھ سے کوئی تعرض نہ کیا۔ قُبا پہنچا حضور (ﷺ) حضرت کلثوم (رضی اللہ عنہا) کے مکان میں تشریف فرما تھے چنانچہ میں بھی وہیں ٹھہر گیا۔

شیر خدا (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی دلیری

حضرت علی شیرِ خدا (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) اپنی شجاعت و بہادری میں بے مثال تھے۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) سوائے غزوہ تبوک کے باقی تمام غزوات اور اسلامی لڑائیوں میں نا صرف شریک ہوئے بلکہ اپنی شجاعت و دلیری کے وہ کارنامے دکھائے جو تاریخ اسلام میں ہمیشہ کے لئے رقم ہو گئے اور آج بھی آپ کی اس دلیری و جوانمردی پر لوگ انگشت بدنداں ہیں۔

ابنِ عسا کر نے جابر بن عبداللہ و ابی رافع (رضی اللہ عنہما) سے روایت کی ہے کہ جنگِ خیبر کے موقع پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے قلعہ کا دروازہ اکھاڑ کر بہت دیر تک اپنے ہاتھوں پر رکھا اور اس سے ڈھال کا کام لیا۔ پھر اُسے اپنی پیٹھ پر اٹھا لیا اور لشکرِ اسلام اس دروازے پر چڑھ چڑھ کر قلعہ کے اندر داخل ہو گئے اور خیبر فتح کر لیا۔ اسکے بعد آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نے وہ دروازہ پھینک دیا۔ جنگ سے فراغت کے بعد ہم اسی (۸۰) افراد نے مل کر اسے گھسیٹ کر دوسری جگہ ڈالنا چاہا لیکن وہ ہم سے نہیں ہلا۔

ایک دوسری روایت کے مطابق چالیس (۴۰) افراد نے مل کر اُسے گھسیٹ کر دوسری جگہ ڈال دیا۔

حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کی مقدس تلوار الذوالفقار کی مارسے کفار عرب کے بڑے بڑے نامور جنگجو بہادر سورما واصل جہنم ہوئے آپکی کی شجاعت و دلیری قوت بازو اور رعب و دبدبے کے سکّے آج بھی نہ صرف عرب و عجم بلکہ دنیا کے گوشے گوشے میں بیٹھے ہوئے ہیں اور آپکی جوانمردی کا چرچا شہرہ آفاق ہے۔

جنگ بدر میں لشکر کفار میں سے ولید بن عتبہ جسے اپنی بہادری پر بڑا ناز تھا اور جسکی دلیری کے ڈنکے بجتے تھے جب حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کے سامنے غرور و تکبر سے گردن اکڑائے مقابلے کے لئے آیا اور آپ پر حملہ کیا تو شیرِ خدا (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نے تھوڑی ہی دیر میں اُسے مار گرایا اور اُسکا غرور و گھمنڈ خاک میں ملا دیا۔

اسی طرح جنگ احد میں تن تنہا لشکر کفار میں گھس کر کفار پر ایسا سخت حملہ کیا کہ کفار بھاگ کھڑے ہوئے۔ جنگ احد کے ہی موقع پر لشکر کفار گروہ در گروہ حضور (ﷺ) پر حملہ آور ہوئے مگر حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نے اکیلے ہی ان سب کا مقابلہ کیا اور اُن کے منہ پھیر دیئے اور کئی ایک کو واصلِ جہنم کر دیا۔ اس جنگ احد میں آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) پر حملہ آور ہوئے مگر حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نے اکیلے ہی ان سب کا مقابلہ کیا اور ان کے منہ پھیر دیئے اور کئی ایک کو واصلِ جہنم کر دیا، اس جنگ احد میں آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کو سولہ (۱۶) کاری زخم آئے پھر حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نے آ کر حضور (ﷺ) سے اُن کی بہادری کی تعریف کی تو سرکار (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں۔ یعنی علی کو مجھ سے کمال قرب حاصل ہے یہ سن کر حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نے عرض کی، اور میں آپ دونوں سے ہوں۔

جنگ خندق کے روز عمرو بن عبدود جو ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا جب حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کے سامنے آیا اور حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کی طرف تلوار لے کر لپکا اور آپ پر ایسا زبردست وار کیا کہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نے ڈھال پر روکا تو تلوار اُسے پھاڑ کر گھس گئی یہاں تک کہ آپ کے سرِ مبارک پر لگی اور زخمی کر دیا اور شیرِ خدا (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نے جوابی کاروائی کی اور اس کے کندھے کی رگ پر ایسی تلوار ماری کہ وہ گر پڑا اور جہنم رسید ہو گیا۔

جنگِ خیبر کے موقع پر میدان جنگ میں لشکر کفار کا سردار مُرحب یہ رجز پڑھتا ہوا حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کے سامنے مقابلے کے لئے آیا

بے شک خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں　　　ہتھیاروں سے لیس بہادر ہوں اور تجربہ کار ہوں

حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نے اسے جواب میں یہ رجز پڑھا

میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام "شیر" رکھا ہے　　　میری صورت جھاڑیوں میں رہنے والے شیر کی طرح خوفناک ہے

اسکے بعد حضرت شیرِ خدا (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مرحب کے اس زور سے تلوار ماری کہ اسکے سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک پہنچ گئی اور وہ زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے خیبر فتح کر لیا۔

فضائل و مناقب

حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) بے شمار کمالات وصفات کے جامع تھے۔سب سے بڑی فضیلت تو یہ کہ آپ دامادِ رسول (ﷺ) یعنی حضرت فاطمہ زہراء (رضی اللہ عنہا) کے شوہر نامدار بھی ہیں اور حسنین کریمین کے والد بزرگوار بھی ہیں۔آپ کی دلیری، ہمت وشجاعت کے سبب آپکا لقب شیرِ خدا ہوا خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے اور رحمت دوعالم (ﷺ) کے زیرِ سایہ پروان چڑھے۔سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے۔آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) سرکار اقدس (ﷺ) کے چچازاد بھائی ہونے کے ساتھ ساتھ "عقد مواخاۃ" میں بھی آپ (ﷺ) کے بھائی ہیں۔جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے جب مدینہ منورہ میں اخوت وبھائی چارہ قائم کیا یعنی دو دو صحابہ کو بھائی بھائی بنایا تو حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) روتے ہوئے بارگاہِ رسالت (ﷺ) میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ (ﷺ) آپ نے سارے صحابہ کے درمیان اخوت قائم کی اور ایک صحابی کو دوسرے صحابی کا بھائی بنادیا مگر مجھ کو کسی کا بھائی نہ بنایا۔میں یوں ہی رہ گیا تو سرکار اقدس (ﷺ) نے ارشاد فرمایا :

اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃ

تم دنیا وآخرت دونوں میں میرے بھائی ہیں۔(ترمذی شریف)

جنگ احد کے موقع پر آپ کی بے مثال بہادری اور انتہائی دلیری کی حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نے تعریف کی اور رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"بے شک علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں۔"

اور حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نے یہ سن کر عرض کی اور میں آپ دونوں سے ہوں۔"

جنگِ خیبر کے موقع پر سرکار (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ میں یہ جھنڈا کل ایسے شخص کو دوں گا جسکے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا وہ شخص اللہ ورسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ ورسول اسکو دوست رکھتے ہیں اور دوسرے دن صبح آپ (ﷺ) نے وہ جھنڈا حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کو عنایت فرمادیا تو گویا تصدیق فرمادی کہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) ان خوش نصیب ہستیوں میں سے ہیں جو اللہ ورسول کو دوست رکھتی ہیں اور اللہ ورسول انہیں دوست رکھتی ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) سے روایت ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر جب رسول اللہ (ﷺ) نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مدینہ منورہ میں رہنے کا حکم فرمایا اور اپنے ساتھ نہیں لیا تو انہوں نے عرض کی یارسول اللہ (ﷺ) آپ مجھے یہاں عورتوں اور بچوں پر اپنا خلیفہ بنا کر چھوڑے جاتے ہیں تو سرکار (ﷺ) نے فرمایا، "کیا تم اس پہ راضی نہیں ہو کہ میں تمہیں اسطرح چھوڑے جاتا ہوں کہ جسطرح حضرت موسیٰ (علیہ السلام) حضرت ہارون (علیہ السلام) کو چھوڑ گئے۔البتہ فرق

صرف اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

یعنی جسطرح حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے کوہ طور پر جاتے وقت چالیس دن کے لئے اپنے بھائی حضرت ہارون (علیہ السلام) کو بنی اسرائیل پر اپنا خلیفہ بنایا تھا اسی طرح جنگِ تبوک کی روانگی کے وقت آپ (ﷺ) انہیں اپنا خلیفہ اور نائب بنا کر روانہ ہو گئے یعنی جو مرتبہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے نزدیک حضرت ہارون (علیہ السلام) کا تھا وہی مرتبہ سرکار (ﷺ) کے نزدیک حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کا تھا۔ (بخاری و مسلم)

طبرانی و بزار حضرت جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) اور ترمذی میں حاکم حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"میں علم کا شہر ہوں اور علی اسکا دروازہ ہیں۔"

حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا :۔ "جس نے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی، جس نے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی اور جس نے مجھ سے دشمنی کی اس نے اللہ (عزوجل) سے دشمنی کی۔" (طبرانی)

حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے روایت ہے کہ سرکار اقدس (ﷺ) نے فرمایا "منافق علی سے محبت نہیں کرتا اور مومن علی سے بغض و عداوت نہیں رکھتا۔

(ترمذی)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:۔

"جس نے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کو برا بھلا کہا تو تحقیق اس نے مجھ کو برا بھلا کہا۔" (مشکوٰۃ شریف)

مذکورہ بالا دونوں احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ (ﷺ) نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کی شان بیان فرمائی کہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) سے بغض و عداوت رکھنے والا منافق ہے اور انکی شان میں توہین کرنے والا حضور (ﷺ) کی توہین کرنے والے کی طرح ہے۔

حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) سے مروی ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:۔"میں جسکا مولیٰ ہوں علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) بھی اس کے مولیٰ ہیں پھر اللہ (عزوجل) کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا یا الہٰ العالمین جو شخص علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو شخص علی سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ۔" (تاریخ الخلفاء)

حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) سے مروی ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:۔"تمام لوگ مختلف درختوں کی شاخیں ہیں میں اور علی ایک ہی درخت سے ہیں۔"

حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) سے روایت ہے کہ جس وقت آیاتِ (مباہلہ) نازل ہوئی تو نبی کریم (ﷺ) نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) سیدہ فاطمہ زہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) حضرت امام حسن و حضرت امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو بلا کر دعا کی "یا الٰہی یہ میرے کنبے کے لوگ ہیں تو ان سے محبت کر کیونکہ میں بھی ان سب سے محبت کرتا ہوں۔" (صحیح مسلم)

امام احمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) فرماتے ہیں کہ جتنی احادیث حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کی فضیلت میں بیان ہوئی ہیں کسی اور صحابی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کی فضیلت میں بیان نہیں ہوئیں۔

علم و دانشوری

ابن عساکر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) سے روایت کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں فصل قضایا اور علم فرائض میں حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) ابنِ ابی طالب سے زیادہ علم رکھنے والا کوئی اور نہیں تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے مروی ہے کہ جب انکے سامنے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) سے زیادہ علمِ سنت کا جاننے والا کوئی نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس بن ابی ربیعہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کا بیان ہے کہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) میں علم کی قوت، ارادے کی پختگی، مضبوطی اور استقلال موجود تھا۔ آپ احکامِ فقہ وسنت میں ماہر تھے۔

سرکار (ﷺ) کی بہت سی احادیثِ مبارکہ کو آپ نے روایت کیا ہے۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) علم فقہ، اور دیگر اسلامی علم اور فتویٰ وفیصلوں کے لحاظ سے بھی صحابہ کرام (علیہم الرضوان) میں بہت بلند مقام رکھتے ہیں۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) فرماتے ہیں کہ "ہم نے جب بھی آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) سے کسی مسئلہ کو دریافت کیا تو ہمیشہ درست ہی جواب پایا۔

حضرتِ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) سے زیادہ مسائل شرعیہ کا جاننے والا کوئی اور نہیں ہے۔

حضرت ابنِ مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں علم فرائض اور مقدمات کے فیصلہ کرنے میں حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) سے زیادہ علم رکھنے والا کوئی دوسرا نہیں تھا۔

حضرت سعید بن مسیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کی خدمت میں کوئی مشکل مقدمہ پیش ہوتا اور حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) موجود نہ ہوتے تو آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرتے تھے کہ مقدمہ کا فیصلہ کہیں غلط نہ ہو جائے۔ (تاریخ الخلفاء)

خود حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) نے مجھے یمن کی جانب قاضی بنا کر بھیجنا چاہا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) میں ابھی ناتجربہ کار ہوں معاملات طے کرنا نہیں جانتا ہوں یہ سن کر حضور پر نور (ﷺ) نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا "الٰہ العالمین اسکے قلب کو روشن فرما دے اور اسکی زبان میں تاثیر عطا کر دے۔" "قسم ہے اس ذات کی جو چھوٹے بیج سے بڑا درخت پیدا کرتا ہے اس دعا کے بعد سے پھر کبھی مجھے کسی مقدمے کے فیصلہ میں کوئی تردد نہیں رہا اور بغیر کسی شک وشبہ کے میں نے ہر مقدمے کا تصفیہ کر دیا۔

سبحان اللہ (عزوجل) !! یہ سرکار اقدس (ﷺ) کے دستِ مبارک اور زبانِ مبارک سے نکلی ہوئی دعا کا اعجاز وبرکت ہے کہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کے کیئے گئے فیصلے اور مقدمے اور آپکے علم ودانشوری پر بڑے بڑے دانشور بھی حیران ہیں اور ایسے علم وحکمت ودانائی کی مثال روئے زمین پر کہیں نہیں ملتی۔

فتوے اور فیصلے

درج ذیل حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کے کیے گئے چند فیصلوں اور فتووں کی جھلکیاں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے جس سے آپکے علم ودانائی کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے۔

۱) روایت ہے کہ ایک یہودی کی داڑھی بہت مختصر تھی تھوڑی پر صرف چند گنتی کے بال تھے جبکہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) گھنی اور دراز ریش مبارک کے مالک تھے ایک دن وہ یہودی حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) سے کہنے لگا اے علی تمھارا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن میں سارے علوم ہیں اور تم علم کا دروازہ ہو تو بتاؤ قرآن میں تمھاری گھنی اور میری مختصر داڑھی کا بھی ذکر ہے؟

حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے فرمایا ہاں سورۃ الاعراف میں ارشاد ربانی ہے "جو اچھی زمین ہے اسکی ہریالی اللہ کے حکم سے خوب نکلتی ہے اور جو خراب ہے اسمیں سے نہیں نکلتی مگر تھوڑی بمشکل۔" (پ ۸ رکوع ۱۴)

سبحان اللہ (عزوجل)!! حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے کتنی خوبصورتی اور اپنے علم ودانائی سے یہ ثابت کر دیا کہ واقعی قرآن سارے علوم کا خزانہ ہے اور آپکی اس دانائی سے یہ بھی ثابت ہوا کہ واقعی آپکا علم بہت ہی وسیع تھا۔

۲) حضرت براء بن عازب (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) سے روایت ہے کہ یمن کے ایک شخص نے اپنے غلام کو اپنے لڑکے کے ساتھ کوفہ بھیجا اتفاق سے راستہ میں دونوں نے آپس میں جھگڑا کیا لڑکے نے غلام کو مارا اور غلام نے اسے گالیاں دیں کوفہ پہنچ کر غلام نے دعویٰ کیا کہ یہ لڑکا میرا غلام ہے اور اسے بیچنا چاہا یہ مقدمہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کی عدالت میں پہنچا آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے خادم قنبر سے فرمایا کہ اس کمرہ کی دیوار میں دو بڑے بڑے سوراخ بناؤ اور ان دونوں سے کہو کہ اپنے اپنے سر ان سوراخوں سے باہر نکالیں جب یہ سب ہوگیا تو آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے فرمایا اے قنبر رسول اللہ (ﷺ) کی تلوار لاؤ جب حضرت قنبر تلوار لے آئے تو آپ نے فرمایا فوراً غلام کا سر کاٹ لو اتنا سنتے ہیں غلام نے فوراً اپنا سر اندر کھینچ لیا اور دوسرا نوجوان اپنی حالت پر قائم رہا۔ اور یوں بغیر کسی شہادت و گواہی کے فیصلہ ہوگیا کہ آقا کون پھر آپ نے غلام کو سزا دی اور اُسے یمن بھیج دیا۔ (عشرہ مبشرہ)

سبحان اللہ (عزوجل)!! آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کی بھرپور حکمت ودانائی اور نفسیاتی حربے کے سبب غلام نے خود ثابت کر دیا کہ وہ غلام ہے اور اسکا دعویٰ جھوٹا ہے۔

۳) دو آدمی سفر میں ایک ساتھ کھانا کھانے کے لئے بیٹھے ان میں ایک کی پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کی تین اتنے میں ایک شخص اُدھر سے گزرا اس نے ان دونوں کو سلام کیا انہوں نے بھی اُسے اپنے ساتھ کھانے میں شریک کر لیا اور تینوں نے مل کر وہ سب روٹیاں کھائیں، کھانے سے فارغ ہو کر اس تیسرے شخص نے آٹھ درہم

دیئے اور کہا آپس میں بانٹ لینا جب وہ شخص چلا گیا تو پانچ روٹیوں والے نے کہا کہ میں پانچ درہم لونگا کہ میری پانچ روٹیاں تھیں اور تم تین درہم لو کہ تمھاری تین روٹیاں تھیں تین روٹیوں والے نے کہا نہیں بلکہ آدھے درہم تمھارے ہیں اور آدھے درہم میرے اسلئے کہ ہم دونوں نے مل کر روٹیاں کھائی ہیں لہٰذا دونوں کا حصہ برابر چار درہم ہوگا۔

جب دونوں میں معاملہ طے نہ ہوا تو اس جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لئے دونوں حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کی بارگاہ میں حاضر ہوئے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے سارا واقعہ سننے کے بعد تین روٹی والے سے کہا کہ تمھارا ساتھی جو تین درہم تم کو دے رہا ہے لے لو ورنہ حساب سے تو تمھارا ایک ہی درہم ہوتا ہے اس نے کہا آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) ہمیں حساب سمجھا دیں تو میں ایک درہم ہی لے لونگا۔

حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے فرمایا غور سے سنو تمھاری تین روٹیاں اور اسکی پانچ روٹیاں ہوئیں اور کھانے والے کل تین تھے اب ان آٹھ روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کردو تو کل چوبیس ہوئے اب ان چوبیس ٹکڑوں کو تین کھانے والوں پر تقسیم کرو تو آٹھ آٹھ ٹکڑے سب کے حصے میں آئے یعنی آٹھ ٹکڑے تم نے کھائے آٹھ تمھارے ساتھی نے اور آٹھ اس تیسرے شخص نے۔ تمھاری تین روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کریں تو نو ٹکڑے بنتے ہیں تو تم نے اپنے نو ٹکڑوں میں سے آٹھ ٹکڑے خود کھائے اور تمھارا صرف ایک ٹکڑا بچا جو اس تیسرے شخص نے کھایا لہٰذا تمھارا صرف ایک درہم ہوا اور تمھارے ساتھی نے اپنے پندرہ ٹکڑوں میں سے آٹھ خود کھائے اور اسکے سات ٹکڑے اس تیسرے شخص نے کھائے لہٰذا سات درہم اسکے ہوئے یہ فیصلہ سن کر تین روٹی والا حیران رہ گیا اور مجبوراً اسے ایک درہم ہی لینا پڑا۔

۴) حضرت سہل بن سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) سے روایت ہے ایک مرتبہ دو عورتیں ایک لڑکے کے متعلق جھگڑا کرتی ہوئیں حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کے پاس آئیں دونوں کا کہنا تھا کہ یہ لڑکا ہمارا ہے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) پہلے ان دونوں کو سمجھایا مگر جب وہ جھگڑنے سے باز نہ آئیں تو آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے حکم دیا آرہ لاؤ انہوں نے پوچھا آرہ کس لئے منگا رہے ہیں آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے فرمایا اس لڑکے کے دو ٹکڑے کر کے دونوں کو آدھا آدھا دونگا۔

حقیقت میں اس لڑکے کی جو ماں تھی یہ سن کر بیقرار ہوگئی اس کے چہرے سے غمگینی ظاہر ہوئی اس نے نہایت عاجزی سے عرض کیا امیر المومنین میں اس لڑکے کو نہیں لینا چاہتی یہ اسی عورت کا ہے آپ اسی کو دے دیجئے مگر اللہ کے واسطے اسکو قتل نہ کیجئے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے وہ لڑکا اس بیقرار عورت کو دے دیا اور جو عورت خاموش کھڑی تھی اس سے فرمایا کہ تمھیں شرم آنی چاہیئے کہ تم نے جھوٹا بیان دیا پھر اس عورت نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا۔ (عشرہ مبشرہ)

۵) حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کی خدمت میں تین شخص آئے انکے پاس سترہ اونٹ تھے ان لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ ان اونٹوں کو آپ ہمارے درمیان تقسیم فرمادیں ہم میں ایک شخص آدھے کا حصہ دار ہے دوسرا تہائی کا اور تیسرا نویں حصہ کا مگر شرط یہ ہے کہ پورے پورے اونٹ ہر شخص کو ملیں کاٹ کر تقسیم نہ کریں اور کسی سے کچھ پیسے نہ لائیں۔

اس وقت آپکی بارگاہ میں بڑے دانشور اور حکیم ودانا موجود تھے انہوں نے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ پورے پورے اونٹ ہر شخص کو ملیں اور وہ کاٹے نہ جائیں نہ کسی سے کچھ پیسے دلائے جائیں اسلئے کو جو شخص آدھے کا حصہ دار ہے اسے سترہ میں سے ساڑھے آٹھ اور جو شخص تہائی کا حقدار ہے اسے ۵ ۲/۳ ملے گا اور جو شخص نویں حصہ کا حقدار ہے سترہ میں سے وہ بھی دو اونٹوں سے کم ہی حصہ پائے گا اسطرح تین اونٹوں کو ذبح کیے بغیر اونٹوں کی تقسیم ان لوگوں کے درمیان ہرگز نہیں ہوسکتی۔

مگر حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) جیسے عقل ودانائی اور فہم وقوت فیصلہ آپکی مثال آپ تھا آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے بلا تامل فوراً انکے اونٹوں کو ایک لائن میں کھڑا کردیا اور اپنے خادم سے فرمایا ہمارا ایک اونٹ اسی لائن کے آخر میں لاکر کھڑا کردو۔ جب آپکے اونٹ کو ملاکر کل اٹھارہ اونٹ ہوگئے تو جو شخص آدھے حصہ کا حقدار تھا اسے آپ نے اٹھارہ میں سے ۹ اونٹ دیئے تہائی حصہ والے کو اٹھارہ میں سے چھ اور پھر نویں حصہ کے حقدار کو اٹھارہ میں سے دو اونٹ دیئے اور اپنے اونٹ کو واپس اپنی جگہ بھجوادیا اور اسطرح اپنے کمال علم اور حکمت ودانائی کے سبب نہ تو کوئی اونٹ کاٹا اور نہ ہی کسی کو کوئی پیسہ دلوایا اور نہ ہی اپنا اونٹ کسی کو دیا اور سترہ اونٹوں کی انکی شرط کے مطابق تقسیم فرمایا۔

۵) حضرت زید بن ارقم (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے مرتے وقت اپنے ایک دوست کو دس ہزار درہم دیئے اور وصیت کی کہ جب تمہاری میرے لڑکے سے ملاقات ہو تو اسمیں سے جو تم چاہو وہ اسکو دے دینا۔ اتفاق سے کچھ روز بعد اسکا لڑکا آگیا اس موقعہ پر حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے اس شخص سے پوچھا کہ بتاؤ تم مرحوم کے لڑکے کو کتنا دوگے؟ اس نے کہا ایک ہزار درہم آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے فرمایا اب تم اسکو ۹ ہزار دو اسلئے کہ جو تم نے چاہا وہ نو ہزار ہیں اور مرحوم نے یہ وصیت کی ہے کہ جو تم چاہو وہ اسکو دے دینا۔ (عشرہ مبشرہ)

۶) حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کے سامنے ایک عورت پیش کی گئی کہ جسے زنا کا حمل تھا ثبوت شرعی کے بعد آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے اسے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا لیکن حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے فرمایا کہ رسول اللہ (ﷺ) کا فرمان ہے کہ حاملہ عورت کو بچہ پیدا ہونے کے بعد سنگسار کیا جائے کیونکہ زنا کرنے والی عورت اگرچہ گنہگار ہوتی ہے مگر اسکے پیٹ میں بچہ بے قصور ہوتا ہے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کی یقین دہانی کے بعد حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے اپنے فیصلہ سے رجوع کرلیا اور فرمایا۔ ''اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا علی کی موجودگی نے عمر کو ہلاکت سے بچالیا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

خلافت

حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ ہیں حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کی شہادت کے بعد اہلِ مدینہ نے آپکو ہاتھ پر بیعت کی جبکہ ایک جماعت (خوارج) نے آپکا ساتھ چھوڑ دیا اور الگ ہو گئی اور حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کی خدمت کا انکار کر کے لا حکم الا اللہ (سوائے اللہ کے کسی کا حکم نہیں) کا نعرہ بلند کیا اور آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) سے جنگ لڑنے کے لئے ایک لشکر بھی تیار کر لیا چنانچہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے انکی سرکوبی کے لئے حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کی سرکردگی میں ایک لشکر روانہ کیا طرفین میں جنگ ہوئی خارجی کو شکست ہوئی کچھ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کے لشکر میں شامل ہو گئے اور کچھ بدستور ڈٹے رہے اور بھاگ کر نہروان چلے گئے اور وہاں پہنچ کر لوٹ مار شروع کر دی بالآخر حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے وہاں جا کر انکو تہ تیغ کر دیا۔

(تاریخ الخلفاء)

حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) چار سال سات ماہ اور چھ یا بارہ دن خلیفہ رہے پانچواں سال آپکے فرزند حضرت امام حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے مکمل کیا۔

خارجیوں کی سازش اور آپکی شہادت

خارجیوں نے حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کی شہادت کی ناپاک سازش تیار کی اور پلان کے مطابق خارجی ابن ملجم کوفہ پہنچا وہاں موجود مزید خارجیوں سے مل کر ان کو اپنا ارادہ بتایا کہ وہ یہاں حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کو قتل کرنے کی نیت سے آیا ہے لہٰذا ۱۷ رمضان کو وہ اپنی سازش کو عملی جامہ پہنادے گا۔

حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ کو علی الصبح بیدار ہوئے اور اپنے بڑے فرزند حضرت امام حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) سے فرمایا کہ آج رات میں نے خواب میں رسول اللہ (ﷺ) کی زیارت کی میں نے عرض کی یارسول اللہ (ﷺ) آپکی امت نے میرے ساتھ کجروی اختیار کی اور سخت نزاع برپا کردیا ہے تو حضور (ﷺ) نے فرمایا تم ظالموں کے لئے دعا کرو تو میں نے دعا کی یا الہ العالمین تو مجھے ان لوگوں سے بہتر لوگوں میں پہنچادے اور میری جگہ ان لوگوں پر ایسا شخص مسلط کردے جو مجھ سے بدتر ہو ابھی آپ بیان فرما رہی رہے تھے کہ فجر کی آزان ہوگئی آپ نماز پڑھانے کے لئے گھر سے نکلے اور راستے میں لوگوں کو نماز کے لئے آواز دے کر جگاتے جاتے تھے کہ اتنے میں خارجی ابن ملجم آپکے سامنے آگیا اور اس نے اچانک تلوار کا ایک بھرپور وار کیا کہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کی پیشانی مبارک کنپٹی تک کٹ گئی اور تلوار دماغ پر جا کر لگی تلوار لگتے ہی آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے بلند آواز میں فرمایا "فزت برب الکعبۃ" رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کے زخمی ہوتے ہی چاروں طرف سے لوگ دوڑ پڑے اور قاتل کو گرفتار کرلیا۔

مردود خارجی ابن ملجم کی تلوار کے وار سے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) شدید زخمی ہوگئے اور دو دن بقیدِ حیات رہے اور تیسرے دن جامِ شہادت نوش کیا۔ بعض روایات کے مطابق آپ ۱۹ رمضان المبارک جمعہ کی رات زخمی ہوئے اور ۲۱ رمضان المبارک کی شب اتوار کے روز آپکی شہادت ہوگئی۔

آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کے فرزند اکبر امام حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) اور حضرت عبداللہ بن جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے آپکو غسل دیا امام حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپکو دارالامارت کوفہ میں رات کے وقت سپردِ خاک کردیا گیا۔

حضرت امام سیوطی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) لکھتے ہیں کہ ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں کہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کی قبر شریف کو اسلئے ظاہر نہیں کیا گیا تھا کہ بدبخت خارجیوں کی طرف سے جسدِ خاکی کی بے حرمتی کا اندیشہ تھا جبکہ راویوں کا کہنا ہے کہ امام حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے آپکے جسدِ مبارک کو کوفہ سے مدینہ منورہ منتقل فرمادیا تھا۔ بہرحال حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کا روضہ مبارک نجف میں موجود ہے شہادت کے وقت آپکی عمر مبارک ۶۳ برس تھی۔

وصیت

حضرت عقبہ ابی صہبا سے روایت ہے کہ جب حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) زخمی ہو گئے تو حضرت امام حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) روتے ہوئے آپکی خدمت میں آئے تو حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے انھیں تسلی دی اور فرمایا بیٹے میری چار باتوں کے ساتھ چار باتیں یادرکھنا حضرت امام حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے عرض کی فرمایئے وہ کیا ہیں۔

تو حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے ارشاد فرمایا:۔

۱) سب سے بڑی تونگری عقل کی توانائی ہے۔

۲) بیوقوفی سے زیادہ کوئی مفلسی اور تنگدستی نہیں۔

۳) غرور و گھمنڈ سب سے سخت وحشت ہے۔

۴) سب سے عظیم خلق کرم ہے۔

حضرت امام حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے عرض کیا کہ دوسری چار باتیں بیان فرمائیں تو آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے ارشاد فرمایا کہ

۱) اول احمق کی صحبت سے بچو اسلئے کہ نفع پہنچانے کا اردہ کرتا ہے لیکن نقصان پہنچ جاتا ہے۔

۲) دوسرے جھوٹے (شخص) سے پرہیز کرو اسلئے کہ وہ دور کو نزدیک اور نزدیک کو دور کردیتا ہے۔

۳) بخیل سے دور رہو اسلئے کہ وہ تم سے ان چیزوں کو چھڑا دے گا جنکی تم کو حاجت ہے۔

۴) فاجر سے کنارہ کش رہو اسلئے کہ وہ تمھیں تھوڑی سی چیز کے بدلے میں فروخت کرڈالے گا۔ (تاریخ الخلفاء)

اقوال مبارکہ

حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بیشمار ایسے حکیمانہ و عالمانہ اقوال مبارک ہیں جو ہر ایک کے لئے فائدہ مند د کار گر ہیں ان میں چند اقوال زریں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔

- ☆ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ رنج و مصیبت بھی ایک مقام پر پہنچ کر ختم ہو جاتے ہیں۔ اور جب کسی پر مصیبت پڑتی ہے تو وہ اپنی انتہا تک ضرور پہنچ کر رہتی ہے لہذا عقلمند کو چاہیئے کہ جب اس پر کوئی مصیبت آجائے تو اسکے دفع کی کوشش نہ کرے یہاں تک کہ اسکی مدت گزر جائے ورنہ اختتام مدت سے پہلے دفیعہ کی تدابیر اپنے ساتھ اور مصیبتیں لے کر آتی ہیں۔
- ☆ انصاف کرنے والوں کو چاہیئے کہ جو اپنے لئے پسند کرے وہی دوسروں کے لئے بھی پسند کرے۔
- ☆ علم مال سے بہتر ہے۔ علم تیری حفاظت کرتا ہے اور تو مال کی۔ علم حاکم ہے اور مال محکوم علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے اور مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے۔
- ☆ بغیر طلب کے کچھ دینا سخاوت ہے اور مانگنے والے کو دینا بخشش ہے۔
- ☆ اپنا راز کسی پر ظاہر نہ کرو کہ ہر خیر خواہ کے لئے کوئی خیر خواہ ہوتا ہے۔
- ☆ عالم وہی شخص ہے جو علم پر عمل بھی کرے اور اپنے عمل کو علم کے مطابق بنائے۔
- ☆ محبت دور کے لوگوں کو قریب اور عداوت قریب کے لوگوں کو دور کر دیتی ہے۔
- ☆ جاہلوں کی دوستی سے بچو کہ بہت سے عقلمندوں کو انہوں نے تباہ کر دیا ہے۔
- ☆ حلال کی خواہش اسی شخص میں پیدا ہوتی ہے جو حرام کی کمائی چھوڑنے کی مکمل کوشش کرتا ہے۔
- ☆ خوش اخلاق بہترین دوست ہے اور ادب بہترین میراث ہے۔
- ☆ تقدیر وہ تاریک راستہ ہے جس پر چلنا ممکن نہیں۔
- ☆ تقدیر بہت گہرا سمندر ہے اسمیں غوطہ نہ لگاؤ (اسمیں داخل نہ ہو) کیونکہ مسئلہ قدر کا وجدان نہ پا سکو گے۔ مسئلہ تقدیر ایک راز بھی ہے جو تم سے پوشیدہ رکھا گیا ہے اسکی وضاحت میں مت جاؤ۔
- ☆ کوئی شخص گناہ کے سوا کسی چیز سے خوفزدہ نہ ہو۔
- ☆ صرف اللہ (عزوجل) سے ہی امیدیں اور آرزوئیں وابستہ رکھو۔
- ☆ کسی چیز کے سیکھنے میں شرم نہ کرو۔
- ☆ عالم کو کسی مسئلہ کے دریافت کرنے پر جبکہ وہ اس سے مکمل واقف نہ ہو یہ کہنے میں شرم محسوس نہیں کرنی چاہیئے کہ میں اس مسئلہ سے واقف نہیں۔
- ☆ صبر اور ایمان مثل سر اور جسم جیسے ہیں جب صبر جاتا رہتا ہے تو ایمان رخصت ہو جاتا ہے گویا جب سر اڑ گیا تو جسم کی طاقت بالکل ختم ہو جاتی ہے
- ☆ جب رزق ملتا ہے تو عقل سے نہیں ملتا بلکہ رزق تقدیر سے حاصل ہوتا ہے۔
- ☆ بہت سے دنیا کے لئے مُصر ہیں اور دنیا انکو نہیں ملتی اور بہت سے عاجز کوتاہی کے باوجود دنیا کو حاصل کر گئے۔
- ☆ جب حوادث زمانہ انتہا کو پہنچ جاتے ہیں تو اس کے بعد کشادگی جلد آ جاتی ہے۔

حلیہ مبارک :

حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فربہ جسم کے مالک تھے آپکا پیٹ تناسب اعضاء کے اعتبار سے کسی قدر بڑا اور بھاری تھا اور پیٹ کے پیچھے سے جسم بھاری تھا۔ مونڈھوں و ریش مبارک گھنی اور دراز تھی جسم پر لمبے لمبے بال تھے جبکہ خود کے استعمال سے آپکے سر کے بال اُڑے ہوئے تھے۔ آپکا رنگ گندمی تھا۔

اولادِ کرام

حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کی اولادِ کرام جو سیدہ فاطمہ الزہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بطنِ مبارک سے تولد ہیں انکے اسماء مبارک درج ذیل ہیں۔

☆ حضرت امام حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ)

☆ حضرت امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ)

☆ حضرت محسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) بچپن ہی میں فوت ہوگئے۔

☆ حضرت زینب کبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

☆ حضرت ام کلثوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) بچپن ہی میں فوت ہوگئیں۔

حضرت خولہ بنتِ جعفر بن قیس (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بطن مبارک سے

☆ حضرت محمد اکبر بن علی المعروف ابن الحنفیہ تولد ہوئے۔

حضرت ام البنین بنتِ حزام بن خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بطن مبارک سے

☆ حضرت عباس اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ)

☆ حضرت جعفر اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ)

☆ حضرت عبداللہ تولد ہوئے۔

حضرت ام ولد (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بطن مبارک سے

☆ حضرت عمر اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ)

☆ حضرت رقیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

حضرت اسماء بنتِ عمیس کے بطن مبارک سے

☆ حضرت یحییٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ)

☆ حضرت عون (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) تولد ہوئے

☆ حضرت امامہ بنتِ ابوالعاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بطن مبارک سے

☆ حضرت محمد اوسط (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) تولد ہوئے

حضرت ام سعید بنتِ عروہ بن مسعود الثقفی (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بطن مبارک سے

☆ روائلہ کبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تولد ہوئیں۔

کرامات

قبر والوں سے سوال و جواب :

حضرت سعید بن مسیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کہتے ہیں کہ ہم لوگ امیر المؤمنین حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کے ساتھ مدینہ منورہ کے قبرستان جنۃ البقیع میں گئے تو آپ نے قبروں کے سامنے کھڑے ہو کر بلند فرمایا کہ اے قبر والو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ! کیا تم لوگ اپنی خبریں ہمیں سناؤ گے یا ہم تم کو تمہاری خبریں سنائیں؟ اس کے جواب میں قبروں کے اندر سے آواز آئی: وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔'' اے امیر المؤمنین آپ ہی ہمیں یہ سنایئے کہ ہماری موت کے بعد ہمارے گھروں میں کیا معاملات ہوئے؟ حضرت امیر المؤمنین نے فرمایا کہ اے قبر والوں! تمہارے بعد تمہارے گھروں کی خبر یہ ہے کہ تمہاری بیویوں نے دوسرے لوگوں سے نکاح کر لیا اور تمہارے مال و دولت کو تمہارے وارثوں نے آپس میں تقسیم کر لیا اور تمھارے چھوٹے چھوٹے بچے یتیم ہو کر در بدر پھر رہے ہیں اور تمہارے مضبوط اور تمہارے اونچے محلوں میں تمہارے دشمن آرام اور چین کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس کے جواب میں قبروں میں سے ایک مردہ کی یہ دردناک آواز آئی کہ اے امیر المؤمنین! ہمارے خبر یہ ہے کہ ہمارے کفن پرانے ہو کر پھٹ چکے ہیں اور جو کچھ ہم نے دنیا میں خرچ کیا تھا، اس کو ہم نے یہاں پالیا اور جو کچھ ہم دنیا میں چھوڑ آئے اس میں ہمیں گھاٹا ہی گھاٹا اٹھانا پڑا ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ ص ۸۶۳)

تبصرہ :

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو یہ طاقت وقدرت عطا فرمادیتا ہے کہ قبر والے ان کے سوالوں کا باآواز بلند اس طرح جواب دیتے ہیں کہ دوسرے حاضرین بھی سن لیں یہ قدرت عام انسانوں کو حاصل نہیں ہے۔ لوگ اپنی آوازیں تو مردوں کو سنا سکتے ہیں اور مردے ان کی آوازوں کو بھی سن لیتے ہیں، مگر قبر کے اندر سے مردوں کی آوازوں کو سن لینا یہ عام انسانوں کے بس کی بات نہیں، بلکہ یہ خاصانِ خدا کا خاص خاصہ ہے جس کو ان کی کرامت کے سوا اور کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا اور اس روایت سے یہ بھی پتا چلا کہ قبر والوں کا یہ اقبالی بیان ہے مرنے والے جو مال و دولت چھوڑ کر مر جاتے ہیں اس میں مرنے والوں کے لئے سراسر گھاٹا ہی گھاٹا ہے اور جس مال و دولت کو وہ مرنے سے پہلے خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، وہی ان کے کام آنے والا ہے۔

فالج زدہ اچھا ہو گیا :

علامہ تاج الدین سبکی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اپنی کتاب (طبقات) میں ذکر فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) اپنے دونوں شاہزادگان حضرت امام حسن و امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے ساتھ حرم کعبہ میں حاضر تھے کہ درمیانی رات میں ناگہاں یہ سنا کہ ایک شخص بہت ہی گڑگڑا کر اپنی حاجت کے لئے دعا مانگ رہا ہے اور زار زار رو رہا ہے۔ آپ نے حکم دیا کہ اس شخص کو میرے پاس لاؤ۔ وہ شخص اس حالت میں حاضر خدمت ہوا کہ اس کے بدن کی ایک کروٹ فالج زدہ تھی اور

وہ زمین پر گھسٹتا ہوا آپ کے سامنے آیا۔ آپ نے اس کا قصہ دریافت فرمایا تو اس نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین! میں بہت ہی بے باکی کے ساتھ قسم قسم کے گناہوں میں دن رات منہمک رہتا تھا اور میرا باپ جو بہت ہی صالح اور پابند شریعت مسلمان تھا، بار بار مجھ کو ٹوکتا اور گناہوں سے منع کرتا رہتا تھا میں نے ایک دن اپنے باپ کی نصیحت سے ناراض ہو کر اس کو مار دیا اور میری مار کھا کر میرا باپ رنج و غم میں ڈوبا ہوا حرم کعبہ آیا اور میرے لئے بددعا کرنے لگا۔ ابھی اس کی دعا ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ بالکل ہی اچانک میری ایک کروٹ پر فالج کا اثر ہو گیا اور میں زمین پر گھسیٹ کر چلنے لگا۔ اس غیبی سزا سے مجھے بڑی عبرت حاصل ہوئی اور میں نے رو رو کر اپنے باپ سے اپنے جرم کی معافی طلب کی اور میرے باپ نے اپنی شفقت پدری سے مجبور ہو کر مجھ پر رحم کھایا اور مجھے معاف کر دیا اور کہا کہ بیٹا چل! جہاں میں نے تیرے لئے بددعا کی تھی، اسی جگہ اب میں تیری صحت و سلامتی کی دعا مانگوں گا۔ چنانچہ میں نے اپنے باپ کو اونٹنی پر سوار کر کے مکہ معظمہ لا رہا تھا کہ راستے میں بالکل ناگہانی اونٹنی ایک مقام پر بدک کر بھاگنے لگی اور میرا باپ اس کی پیٹھ پر سے گر کر دو چٹانوں کے درمیان ہلاک ہو گیا اور اب میں اکیلا ہی حرم میں آ کر دن رات رو رو کر خدا تعالیٰ سے اپنی تندرستی کے لئے دعائیں مانگتا رہتا ہوں امیر المؤمنین نے ساری سرگزشت سن کر فرمایا کہ اے شخص! اگر واقعی تیرا باپ تجھ سے خوش ہو گیا تھا تو اطمینان رکھ کہ خدا کریم بھی تجھ سے خوش ہو گیا ہے اس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! میں بحلف شرعی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا باپ مجھ سے خوش ہو گیا تھا۔ امیر المؤمنین حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے اس شخص کی حالت زار پر رحم کھا کر اس کو تسلی دی اور چند رکعت نماز پڑھ کر اس کی تندرستی کے لئے دعا مانگی۔ پھر فرمایا اے شخص اٹھ کھڑا ہو جا! یہ سنتے ہی وہ بلا تکلف اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور چلنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ اے شخص! تو نے قسم کھا کر یہ نہ کہا ہوتا کہ تیرا باپ تجھ سے خوش ہو گیا تا، تو میں ہرگز تیرے لیے دعا نہ کرتا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ ص ۸۶۳)

گرتی ہوئی دیوار تھم گئی :

حضرت امام جعفر صادق (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) راوی ہیں کہ ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) ایک دیوار کے سایے میں ایک مقدمہ کا فیصلہ فرمانے کے لئے بیٹھ گئے، درمیان مقدمہ میں لوگوں نے شور مچایا کہ اے امیر المؤمنین! یہاں سے اٹھ جایئے یہ دیوار گر رہی ہے، آپ نے نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ فرمایا کہ مقدمہ کی کاروائی جاری رکھو۔ اللہ تعالیٰ بہترین حافظ و ناصر و نگہبان ہے۔ چنانچہ اطمینان کے ساتھ آپ اس مقدمہ کا فیصلہ فرما کر جب وہاں سے چل دیے تو فوراً ہی وہ دیوار گر گئی۔ (ازالۃ الخفاء مقصد نمبر ۲ صفحہ ۲۷۳)

تبصرہ :

یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ خداوند قدوس اپنے اولیاء کرام کو ایسی ایسی روحانی طاقتیں عطا فرماتا ہے کہ ان کے اشاروں سے گرتی ہوئی دیواریں تو کیا چیز ہے ؟ بہتے ہوئے دریاؤں کی روانی بھی ٹھہر جاتی ہیں۔ سچ ہے ۔

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زور بازو کا ۔۔۔ نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

آپ کو جھوٹا کہنے والا اندھا ہو گیا:

علی بن زاذان کا بیان ہے کہ امیر المؤمنین حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے ایک مرتبہ کوئی بات ارشاد فرمائی تو ایک بدنصیب نے نہایت ہی بیباکی کے ساتھ یہ کہہ دیا کہ اے امیر المؤمنین آپ جھوٹے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے شخص اگر میں سچا ہوں تو ضرور تو قہر الٰہی میں گرفتار ہو جائے گا۔ اس گستاخ نے کہہ دیا کہ آپ میرے لئے بدعا کر دیجئے۔ مجھے اس کی پروا نہیں۔ اس کہ منہ سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ بالکل ہی اچانک وہ شخص اندھا ہو گیا اور ادھر ادھر پاؤں مارنے لگا۔ (ازالۃ الخفا مقصد ۲ ص ۲۷۳)

کون کہاں مرے گا؟ کہاں دفن ہو گا؟

حضرت اصبغ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کے ساتھ سفر میں میدان کربلا کے اندر ٹھیک اس جگہ پہنچے جہاں آج حضرت امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کی قبر انور بنی ہوئی ہے، تو آپ نے فرمایا کہ اس جگہ آئندہ زمانے میں ایک آل رسول کا قافلہ ٹھہرے گا اور اس جگہ ان کے اونٹ بندھے ہوئے ہوں گے اور اسی میدان میں جوانان اہل بیت کی شہادت ہوگی اور اسی جگہ ان شہیدوں کا مدفن بنے گا اور ان لوگوں پر آسمان و زمین روئیں گے۔

(ازالۃ الخفاء مقصد ج ۲ صفحہ ۲۷۳ بحوالہ الریاض النضرہ)

تبصرہ:

روایت بالا سے پتا چلتا ہے کہ اولیاء اللہ کو بذریعہ کشف برسوں بعد ہونے والے واقعات، اور لوگوں کے حالات یہاں تک کہ لوگوں کی موت اور مدفن کی کفیات کا علم حاصل ہو جاتا ہے اور یہ درحقیقت علم غیب ہے، جو اللہ تعالیٰ کی عطا فرمانے سے اولیاء کرام کو حاصل ہوا کرتا ہے اور یہ اولیاء کرام کی کرامت ہوا کرتی ہے۔

فرشتوں نے چکی چلائی:

حضرت ابوذر غفاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کا بیان ہے کہ حضور (ﷺ) نے مجھے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کو بلانے کے لیے ان کے مکان پر بھیجا تو میں نے وہاں یہ دیکھا کہ ان کے گھر میں چکی بغیر کسی چلانے والے کے خود بخود چل رہی ہے۔

جب میں نے بارگاہ رسالت میں اس عجیب کرامت کا تذکرہ کیا تو حضور اقدس (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر! اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں سیر کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کی یہ بھی ڈیوٹی فرما دی ہے کہ وہ میری آل کی مدد و اعانت کرتے ہیں۔ (ازالۃ الخفا رمقصد نمبر ۲ ص ۲۷۳)

تبصرہ:

اس روایت سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ حضور اکرم (ﷺ) کی آل پاک کو بارگاہ خداوندی میں اس قدر قرب اور مقبولیت حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ فرشتوں کو ان کی امداد و نصرت حاجت برآری کے لئے خاص طور پر مقرر فرما دیا ہے۔ یہ شرف حضرات اہل بیت کو حضور اقدس (ﷺ) کی نسبت خاصہ کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ سبحان اللہ

سلطان مدینہ (ﷺ) کی عزت و عظمت اور ان کے وقار و اقتدار کا کیا کہنا؟ کہ آپ کے گھر والوں کی چکی فرشتے چلایا کرتے تھے۔

میں کب وفات پاؤں گا؟

حضرت فضالہ بن فضالہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) رشاد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مقام ینبع میں بہت سخت بیمار ہوگئے، تو میں اپنے والد کے ہمراہ ان کی عیادت کے لئے گیا۔ دوران گفتگو، میرے والد نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! آپ اس وقت ایسی جگہ علالت کی حالت میں مقیم ہیں۔ اگر اس جگہ آپ کی وفات ہوگئی تو قبیلہ "جہینہ" کے گنواروں کے سوا اور کون آپ کی تجہیز و تکفین کرے گا؟ اس لئے میری گزارش ہے کہ آپ مدینہ منورہ تشریف لے چلیں، کیونکہ وہاں اگر یہ حادثہ رونما ہوا تو وہاں آپ کے جان نثار مہاجرین وانصار اور دوسرے مقدس صحابہ آپ کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور یہ مقدس ہستیاں آپ کے کفن دفن کا انتظام کریں گے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اے فضالہ! تم اطمینان رکھو کہ میں اپنی بیماری میں ہرگز ہرگز وفات نہیں پاؤں گا۔ سن لو اس وقت تک ہرگز ہرگز میری موت نہیں آسکتی، جب تک کہ مجھے تلوار مار کر میری اس پیشانی اور داڑھی کو خون سے رنگین نہ کر دیا جائے۔ (ازالۃ الخفاء مقصد ۲ صہ ۲۷۳)

تبصرہ:

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بدبخت عبدالرحمن بن ملجم مرادی خارجی نے آپ کی مقدس پیشانی پر تلوار چلادی، جو آپ کی پیشانی کاٹتی ہوئی جبڑے تک پیوست ہوگئی۔ اس وقت آپ کی زبان مبارک سے یہ جملہ ادا ہوا فزت برب الكعبة (یعنی کعبہ کے رب کی قسم کہ میں کامیاب ہوگیا) اس زخم میں آپ شہادت کے شرف سے سرفراز ہوگئے اور آپ نے حضرت فضالہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مقام ینبع میں جو فرمایا تھا وہ حرف بحرف ہو کر رہا۔

در خیبر کا وزن:

جنگ خیبر میں جب گھمسان کی جنگ ہونے لگی تو حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ڈھال کٹ کر گر پڑی تو آپ نے جوش جہاد میں آگے بڑھ کر قلعہ خیبر کا پھاٹک اکھاڑ ڈالا اور اس کے ایک کواڑ کو ڈھال بنا کر اس پر دشمنوں کی تلواروں کو روکتے تھے۔ یہ کواڑ اتنا بھاری اور وزنی تھا کہ جنگ کے خاتمہ کے بعد چالیس آدمی مل کر بھی اس کو نہ اٹھا سکے۔ (زرقانی ج ۲ صہ ۲۳۰)

کٹا ہوا ہاتھ جوڑ دیا:

روایت ہے کہ ایک حبشی غلام جو امیر المؤمنین حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا انتہائی مخلص محب تھا۔ شامت اعمال سے ایک مرتبہ چوری کرلی۔ لوگوں نے اس کو پکڑ کر دربار خلافت میں پیش کر دیا اور غلام نے اپنے جرم کا اقرار کرلیا۔ امیر المؤمنین حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا جب وہ اپنے گھر کو روانہ ہوا تو راستہ میں حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ابن الکراء سے اس کی ملاقات ہوگئی۔ ابن الکراء نے پوچھا کہ تمہارا ہاتھ کس نے کاٹا؟ تو غلام نے کہا: امیر المؤمنین و

یعسوب المسلمین، داماد رسول وزوج بتول نے۔ ابن الکراء نے کہا کہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے تمہارا ہاتھ کاٹ ڈالا، پھر بھی تم اس قدر اعزاز واکرام اور مدح وثنا کے ساتھ ان کا نام لیتے ہو؟ غلام نے کہا کہ کیا ہوا؟ انہوں نے حق پر میرا ہاتھ کاٹا اور مجھے عذاب جہنم سے بچالیا۔ حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے دونوں کی گفتگو سنی اور امیر المومنین حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) سے اس کا تذکرہ کیا تو امیر المومنین نے اس غلام کو بلوا کر اس کا کٹا ہوا ہاتھ اس کی کلائی پر رکھ کر رومال سے چھپادیا پھر کچھ پڑھنا شروع کردیا۔ اتنے میں ایک غیبی آواز آئی کہ رومال ہٹاؤ جب لوگوں نے رومال ہٹایا، تو غلام کا کٹا ہوا ہاتھ اس طرح کلائی سے جڑ گیا تھا کہ کہیں کٹنے کا نشان بھی نہیں تھا۔ (تفسیر کبیر جلد ۵ صہ ۴۷۹)

شوہر عورت کا بیٹا نکلا:

امیر المومنین حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کے شانہ خلافت سے کچھ دور ایک مسجد کے پہلو میں دو میاں بیوی رات بھر جھگڑا کرتے رہے۔ صبح کو امیر المومنین نے دونوں کو بلا کر جھگڑے کا سبب دریافت فرمایا۔ شوہر نے عرض کیا: اے امیر المومنین! میں کیا کروں؟ نکاح کے بعد مجھے اس عورت سے بے انتہا نفرت ہوگئی۔ یہ دیکھ کر بیوی مجھ سے جھگڑا کرنے لگی پھر بات بڑھ گئی اور رات بھر لڑائی ہوتی رہی۔ آپ نے تمام حاضرین دربار کو باہر نکال دیا اور عورت سے فرمایا کہ دیکھ میں تجھ سے جو سوال کروں، اس کا سچ سچ جواب دینا، پھر آپ نے فرمایا اے عورت تیرا نام یہ ہے، تیرے باپ کا نام یہ ہے۔ عورت نے کہا بالکل ٹھیک آپ نے بتایا پھر فرمایا اے عورت تو یاد کر تو زناکاری سے حاملہ ہوگئی تھی اور ایک مدت تک تو اور تیری ماں اس حمل کو چھپاتی رہی۔ جب درد زہ شروع ہوا تو تیری ماں تجھے اس گھر سے باہر لے گئی اور جب بچہ پیدا ہوا تو اس کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر تو نے میدان میں ڈال دیا۔ اتفاق سے ایک کتا اس بچے کے پاس آیا۔ تیری ماں نے کتے کو پتھر مارا، لیکن وہ پتھر بچے کو لگا اور اس کا سر پھٹ گیا تیری ماں کو بچے پر رحم آیا اور اس نے بچے کے زخم پر پٹی باندھ دی، پھر تم دونوں وہاں سے بھاگ کھڑی ہوئیں۔ اس کے بعد اس بچے کی تم دونوں کو کچھ بھی خبر نہیں ملی۔ کیا یہ واقعہ سچ ہے؟ عورت نے کہا کہ ہاں! اے امیر المومنین! یہ پورا واقعہ حرف بحرف سچ ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے مرد! تو اپنا سر کھول کر دکھا دے۔ مرد نے سر کھولا تو اس زخم کا نشان موجود تھا۔ اس کے بعد امیر المومنین نے فرمایا کہ اے عورت! یہ مرد تیرا شوہر نہیں بلکہ بیٹا ہے تم دونوں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تم دونوں کو حرام کاری سے بچا لیا۔ اب تو اپنے اس بیٹے کو لے کر اپنے گھر چلی جا۔ (شواہد النبوۃ صہ ۱۶۱)

تبصرہ:

مذکورہ بالا مستند کرامتوں کو بغور پڑھیے اور ایمان رکھیے کہ خداوند قدوس کے اولیاء کرام عام انسانوں کی طرح نہیں ہوا کرتے، بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو ایسی ایسی روحانی طاقتوں کا بادشاہ بلکہ شہنشاہ بنا دیتا ہے کہ ان بزرگوں کے تصرفات اور ان کی روحانی طاقتوں اور قدرتوں کی منزل بلند تک کسی بڑے سے بڑے فلسفی کی عقل وفہم کی بھی رسائی نہیں ہوسکتی۔

خدا کی قسم! میں حیران ہوں کہ کتنے بڑے جاہل یا متجاہل ہیں وہ لوگ جو اولیاء کرام کو بالکل اپنے ہی جیسا سمجھ کر ان کے ساتھ برابری کا دعویٰ کرتے ہیں اور اولیا کرام کے تصرفات کا چلا چلا کر انکار کرتے پھرتے ہیں تعجب ہے کہ ایسے ایسے واقعات جو نورِ ہدایت کے چاند تارے ہیں، ان منکروں کی نگاہ سے اوجھل ہی ہیں، مگر اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں جو دونوں ہاتھوں سے اپنی آنکھوں کو بند کر لے، اس کو چاند ستارے تو کیا سورج کی روشنی بھی نظر نہیں آسکتی۔ درحقیقت اولیا کرام کے منکرین کا یہی حال ہے۔

ذرا دیر میں قرآن کریم ختم کر لیتے :

یہ کرامت روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ گھوڑے پر سوار ہوتے وقت ایک پاؤں رکاب میں رکھتے اور قرآن مجید شروع کرتے اور دوسرا پاؤں رکاب میں رکھ کر گھوڑے کی زین پر بیٹھنے تک اتنی دیر میں ایک قرآن مجید ختم کر لیا کرتے تھے۔ (شواہد النبوۃ صہ ۱۶۰)

اشارہ سے دریا کی طغیانی ختم :

ایک مرتبہ نہر فرات میں ایسی خوفناک طغیانی آگئی کہ سیلاب میں تمام کھیتیاں غرقاب ہوگئیں لوگوں نے آپ کے دربار گوہر بار میں فریاد کی۔ آپ فوراً ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور رسول اللہ (ﷺ) کا جبہ مبارکہ وعمامہ مقدسہ و چادر مبارکہ زیب تن فرما کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور آدمیوں کی ایک جماعت جس میں حضرت امام حسن وامام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے۔ آپ کے ساتھ چل پڑے۔ آپ نے پل پر پہنچ کر اپنے عصاء سے نہر فرات کی طرف اشارہ کیا تو نہر کا پانی ایک گز کم ہوگیا پھر دوسری مرتبہ اشارہ فرمایا تو مزید ایک گز کم ہوگیا جب تیسری بار اشارہ کیا تو تین گز پانی اتر گیا اور سیلاب ختم ہوگیا لوگوں نے شور مچایا کہ امیر المومنین بس کیجئے یہی کافی ہے۔ (شواہد النبوۃ صہ ۱۶۲)

جاسوس اندھا ہو گیا :

ایک شخص آپ کے پاس رہ کر جاسوسی کیا کرتا تھا اور آپ کی خفیہ خبریں آپ کے مخالفین کو پہنچایا کرتا تھا۔ آپ نے جب اس سے دریافت فرمایا تو وہ شخص قسمیں کھانے لگا اور اپنی برأت ظاہر کرنے لگا آپ نے جلال میں آکر فرمایا کہ اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تیری آنکھوں کی روشنی چھین لے ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ یہ شخص اندھا ہوگیا اور لوگ اس کو لاٹھی پکڑا کر چلانے لگے۔ (شواہد النبوۃ صہ ۱۶۷)

تمہاری موت کس طرح ہوگی ؟

ایک شخص آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، تو آپ نے اس کو اس کے حالات بتا کر یہ بتایا کہ تم کو فلاں کھجور کے درخت پر پھانسی دی جائے گی۔ چنانچہ اس شخص کے بارے میں جو کچھ آپ نے فرمایا تھا وہ حرف بحرف درست نکلا اور آپ کی پیش گوئی پوری ہو کر رہی۔ (شواہد النبوۃ صہ ۱۶۲)

پتھر اٹھایا تو چشمہ ابل پڑا :

مقام صفین کو جاتے ہوئے آپ کا لشکر ایک ایسے میدان سے گزرا جہاں پانی نایاب تھا۔ پورا لشکر پیاس کی شدت سے بے تاب ہوگیا۔ وہاں کے گرجا گھر میں ایک راہب

رہتا تھا۔ اس نے بتایا کہ یہاں سے دو کوس کے فاصلے پر پانی مل سکے گا کچھ لوگوں نے اجازت طلب کی تاکہ وہاں سے جا کر پانی لائیں۔ یہ سن کر آپ اپنے خچر پر سوار ہو گئے اور ایک جگہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اس جگہ تم لوگ زمین کو کھودو، چنانچہ لوگوں نے زمین کی کھدائی شروع کر دی تو ایک پتھر ظاہر ہوا لوگوں نے اس پتھر کو نکالنے کی انتہائی کوشش کی، لیکن تمام آلات بے کار ہو گئے اور پتھر نہ نکل سکا، یہ دیکھ کر آپ کو جلال آ گیا اور آپ نے اپنی سواری سے اتر کر آستین چڑھائی اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو اس پتھر کی دراز میں ڈال کر زور لگایا، تو وہ پتھر نکل پڑا اور اس کے نیچے سے ایک نہایت ہی صاف شفاف اور شیریں پانی کا چشمہ ظاہر ہو گیا اور تمام لشکر اس پانی سے سیراب ہو گیا لوگوں نے اپنے جانوروں کو بھی پلایا اور لشکر کی تمام مشکیزوں کو بھی بھر لیا پھر آپ نے اس پتھر کو اسی جگہ پر رکھ دیا گرجا گھر کا عیسائی راہب آپ کی یہ کرامت دیکھ کر سامنے آیا اور آپ سے دریافت کیا کہ کیا آپ فرشتہ ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں اس نے پوچھا: کیا نبی ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں اس نے کہا پھر آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں پیغمبر مرسل حضرت محمد بن عبداللہ خاتم النبیین (ﷺ) کا صحابی ہوں اور مجھ کو حضور اقدس (ﷺ) نے چند باتوں کی وصیت بھی فرمائی ہے یہ سن کر وہ عیسائی راہب کلمہ شریف پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

آپ نے فرمایا: تم نے اتنی مدت تک اسلام کیوں قبول نہیں کیا تھا؟ راہب نے کہا کہ ہماری کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ اس گرجہ گھر کہ قریب جو ایک چشمہ پوشیدہ اور اس چشمہ کو وہی شخص ظاہر کرے گا، جو یا تو نبی ہو گا یا صحابی ہو گا چنانچہ میں اور مجھ سے پہلے بہت سے راہب اس گرجا گھر میں اسی انتظار میں مقیم رہے۔ اب آج آپ نے یہ چشمہ ظاہر کر دیا تو میری مراد بر آئی۔ اس لیے میں آپ کے دین کو قبول کر لیا۔ راہب کی تقریر سن کر آپ رو پڑے اور اس قدر روئے کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی اور آپ نے ارشاد فرمایا: الحمدللہ! کہ ان لوگوں کی کتابوں میں بھی میرا ذکر ہے۔ یہ راہب مسلمان ہو کر آپ کے خادموں میں شامل ہو گیا اور آپ کے لشکر میں داخل ہو کر شامیوں سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گیا اور آپ نے اس کو اپنے دست مبارک سے کفن دیا اور اس کے لئے مغفرت کی دعا فرمائی۔ (شواہد النبوۃ صفحہ ۱۶۴)

تذکرہ امّ المؤمنین

سیّدہ عائشہ صدیقہ

(رضی اللّٰہ عنہا)

نام ونسب

ام لمومنین سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) مشہور صحابی رسول (ﷺ) اور یار غار خلیفہ اول حضرت سیدنا ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کی دختر تھیں۔ آپکا نام مبارک عائشہ لقب صدیقہ اور حمیرا اور کنیت ام عبداللہ تھی آپکی یہ کنیت آپکے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کی کنیت سے تھی جو کہ آپکی بہن حضرت اسماء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے فرزند ارجمند تھے۔ رسول اللہ (ﷺ) آپ نے خواہش کا اظہار فرمایا کہ میری کنیت مقدر فرمائیں تو رسول اللہ (ﷺ) نے انکے بھانجے کی نسبت سے کنیت اختیار کرنے کی خواہش فرمائی۔

ایک روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی پیدائش کے موقعہ پر آنحضرت (ﷺ) سے تحنیک فرمائی انکے منہ میں آپ (ﷺ) سے اپنا لعاب دہن ڈالا اور سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے فرمایا کہ یہ عبداللہ ہیں اور اور تم ام عبداللہ ہو۔ (مدارج النبوت ج ۲)

حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بعثت کے چار سال بعد شوال کے مہینے میں پیدا ہوئیں آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے والدین آپکے ہوش سنبھالنے سے پہلے ہی اسلام لا چکے تھے لہذا آپ ان برگزیدہ ہستیوں میں سے تھیں جنھوں نے اپنے اردگرد کبھی کفر وشرک کی آواز نہیں سنی۔ خود حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں

"جب سے میں نے اپنے والدین کو پہچانا انھیں مسلمان پایا"۔ (بخاری شریف ج ا ص ۲۵۲)

آپکی والدہ کا نام زینب اور کنیت ام رومان بنت عامر بن عویمر تھی جو کہ قبیلہ بنو کنانہ سے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) والد کی طرف سے قریشیہ اور والدہ کی طرف سے کنانیہ ہیں آپکا سلسلہ نسب والد کی طرف سے چھ واسطوں سے نبی کریم (ﷺ) سے جاملتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو وائل کی بیوی نے دودھ پلایا وائل کی کنیت ابو القعیس تھی وائل کے بھائی افلح حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے رضاعی چچا تو وہ اور حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا رضاعی بھائی بھی آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے کبھی کبھی ملنے آیا کرتے تھے۔ (بخاری ج ا ص ۳۲۰)

بچپن

حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بچپن ہی سے بے حد ذہین اور باشعور تھیں اور بے حد اچھے حافظے کی مالک تھیں کہ کسی دوسرے صحابی یا صحابیہ کا حافظہ اتنا اچھا نہ تھا انھیں اپنے بچپن کے تمام واقعات اور باتیں خوب یاد تھیں آپ غیر معمولی ذہانت کی مالک تھیں۔

بچپن میں ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) گڑیوں سے کھیل رہی تھیں کہ حضور (ﷺ) کا وہاں سے گزر ہوا تو حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے پاس ایک پروالا گھوڑا دیکھا آپ (ﷺ) نے دریافت فرمایا اے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا گھوڑا ہے حضور (ﷺ) نے فرمایا گھوڑوں کے پر تو نہیں ہوتے تو حضرت عائشہ نے (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے بے ساختہ فرمایا کیوں یارسول (ﷺ) حضرت سلیمان (علیہ سلام) کے گھوڑوں کے تو پر تھے۔ حضور (ﷺ) یہ جواب سن کر مسکرا دیے۔ (تذکار صحابیات)

حرم نبوت

حضور (ﷺ) کے شرف زوجیت میں آنے سے قبل حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی نسبت جبیر بن معظم کے بیٹے سے ہوئی تھی لیکن معظم نے حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) اور انکے اہل خانہ کے اسلام لانے کے سبب از خود یہ نسبت ختم کردی کہ اگر عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) انکے گھر آئیں تو انکے گھر میں اسلام داخل ہو جائیگا۔

چنانچہ بعد ازاں آنحضرت (ﷺ) نے حضرت سیدنا صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کو حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے لئے نکاح کا پیغام بھیجا جسے حضرت سیدنا صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نے خوشی خوشی اس سعادت عظمیٰ کو قبول کرلیا اور یوں ماہ شوال المکرم میں ۱۰ھ نبوی میں حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا نکاح ہوا پانچ سو درہم مہر مقرر ہوا اس وقت آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی عمر مبارک چھ برس تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) خود فرماتی ہیں کہ جب میرا نکاح ہوا تو مجھ کو خبر تک نہ ہوئی جب میری والدہ نے باہر نکلنے میں روک ٹوک شروع کی اور مجھے سمجھایا تو مجھے معلوم ہوا کہ میرا نکاح ہو گیا۔ (طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴)

ایک روایت کے مطابق جب حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا نکاح تو آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) گڑیوں سے کھیل رہی تھیں انکی انا آئی اور انکو اندر لے گئی اور حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے آکر انکا نکاح پڑھا دیا۔

نکاح کے بعد ہجرت کے دوسرے سال کے اٹھارویں مہینے کے آخر میں رسم عروسی ادا ہو گئی اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی عمر مبارک نو برس تھی۔ (مدارج النبوت)

ایک روایت کے مطابق ۱۳ھ نبوی میں حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی شب زفاف ہوئی اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی عمر مبارک ۹ سال تھی آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اس وقت اپنی سہیلوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھیں کہ انکی والدہ ام رومان (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) انکے پاس آئیں انکا منہ ہاتھ دھلایا بال درست کئے گھر میں موجود انصاری عورتوں نے انھیں مبارکباد دی تھوڑی دیر بعد ہی نبی کریم (ﷺ) تشریف لے آئے۔ (صحیح البخاری ج ۲)

اور یوں شوال ہی میں نکاح ہوا اور شوال ہی میں رخصتی ہوئی۔

اہل عرب کے وہم کی اصلاح

حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے اس مبارک نکاح کی وساطت سے اہل عرب کے بعض غلط خیالات وہم کی اصلاح بھی ہوگئی۔

(۱) جو عرب میں منہ بولے بھائی کی بیٹی سے نکاح ناجائز سمجھا جاتا تھا چونکہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) آنحضرت (ﷺ) کے منہ بولے بھائی تھے لہذا جب آنحضرت (ﷺ) نے حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کیلئے نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے تعجب سے پوچھا کہ کیا بھائی کی بیٹی سے نکاح جائز ہے؟ عائشہ تو رسول اللہ (ﷺ) کی بھتیجی ہے تو آنحضرت (ﷺ) نے ارشاد فرمایا "اَنْتَ اَخِیْ فِی الْاِسْلَام" تم تو صرف میرے مذہبی بھائی ہو"

(البخاری ج۲ ص۵۸۱)

(۲) اہل عرب میں ایک اور وہم یہ موجود تھا کہ وہ شوال کے مہینے کو منحوس سمجھتے تھے کیونکہ اس مہینے میں زمانہ قدیم میں طاعون کی وبا پھیلی تھی جس نے بڑی تباہی مچائی تھی لہذا اہل عرب شوال کے مہینے میں شادی نہیں کرتے تھے لیکن حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے نکاح اور رخصتی دونوں ہی شوال کے مہینے میں ہوتی جسکے باعث اہل عرب کا یہ وہم دور ہوگیا۔

آنحضرت (ﷺ) حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے نکاح کی پہلے ہی بشارت ہو چکی تھی۔ آپ (ﷺ) نے خواب میں ملاحظہ فرمایا کہ کوئی شخص ریشم میں لپٹی ہوئی چیز آپ (ﷺ) کو دکھا رہا ہے اور کہتا ہے کہ آپ (ﷺ) کی ہے آپ (ﷺ) نے کپڑا کھول کر دیکھا تو حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تھیں۔

دیگر احادیث مبارکہ میں آیا ہے کہ حضرت جبرائیل (علیہ السلام) سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تصویر سبز ریشمی پارچے پر لائے۔ تا آں وقت تصویر حرام نہ قرار دی گئی تھی۔

ایک روایت کے مطابق رسول (ﷺ) نے سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو فرمایا کہ تم کو خواب میں میں نے تین راتیں دیکھا ہے فرشتے نے وہ (خاکہ) ریشمی کپڑے پر نقش کیا ہوا تھا اس فرشتے نے عرض کیا یہ آپ (ﷺ) کی زوجہ پاک ہیں انکی شکل وشباہت اسطرح کی ہے وہ پارچہ میں نے ہٹا دیا تو وہ تم نکلیں۔

(بخاری ومسلم)

آپکی حیات مبارکہ کے چار اہم واقعات

سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی حیات مبارکہ میں چار اہم واقعات پیش آئے (۱) واقعہ افک (۲) واقعہ ایلاء (۳) واقعہ تحریم (۴) واقعہ تخییر۔

واقعہ افک :

واقعہ افک ۵ ھ میں پیش آیا۔ غزوہ بنو مصطلق کے موقعہ پر آنحضرت (ﷺ) کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تھیں واپسی پر حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) رات کے وقت رفع حاجت کے لئے قافلے سے دور نکل گئیں اس دوران انکے گلے کا ہار کہیں گر گیا جو کہ اپنی بہن حضرت اسماء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے پہننے کے لئے مانگا تھا چنانچہ ہار کے گر جانے پر بہت پریشان ہوئیں اور یہ سوچ کر ہار ڈھونڈنے لگیں کہ قافلے کے روانہ ہونے سے پہلے پہلے ہار ڈھونڈ کر پہنچ جائینگی لیکن جب آپ ہار ڈھونڈ کر واپس پہنچیں تو قافلہ روانہ ہو چکا تھا آپ بہت پریشان ہوئیں اور اسی گھبراہٹ و پریشانی میں وہیں چادر اوڑھ کر لیٹ گئیں اسی اثناء میں ایک صحابی حضرت صفوان بن معطل (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) جو کسی وجہ سے قافلے سے پیچھے رہ گئے تھے وہاں سے گزرے تو حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) وہاں دیکھا تو ان سے قافلے سے پیچھے رہ جانے کا سبب دریافت کیا حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے پورا ماجرا بیان فرمادیا حضرت صفوان (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فوراً حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو لے کر قافلے کی طرف روانہ ہوگئے اور دوپہر کے وقت قافلے سے جا ملے۔

مشہور منافق عبداللہ بن ابی کو جب صورتحال کا پتا چلا تو اس نے حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے خلاف یہ مشہور کرنا شروع کر دیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) باعصمت نہیں رہیں اس منافق کے اس پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر کچھ سادہ لوح مسلمان بھی غلط فہمی میں مبتلا ہوگئے اور اس تہمت پر یقین کر بیٹھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو اس صورتحال اور اپنی بدنامی سے بے حد رنج پہنچا اور وہ اس صدمے سے بیمار پڑ گئیں۔ یہاں تک کہ اللہ (عزوجل) نے حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے دامن اقدس پر لگے داغ کو مٹانے کیلئے آیت برأت نازل فرمائی چنانچہ ارشاد ہوا:

"یعنی جب تم نے یہ سنا تو مومن مردوں اور عورتوں کی نسبت نیک گمان کیوں نہیں کیا اور کیوں نہیں کہا کہ یہ صریح تہمت ہے"۔ (سورۃ النور)

اس آیت کریمہ کے نزول کے سبب حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اس تہمت سے بری ہوگئیں اور اسطرح مسلمانوں کی غلط فہمی دور ہوگئی اور انہوں نے اللہ اور اللہ کے رسول (ﷺ) سے نہایت عاجزی سے معافی مانگی۔ منافقین کو اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے سبب بڑی خفت اٹھانی پڑی اور وہ خوار ہوئے اور حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا سر فخر سے بلند ہوگیا اور انکی شان و عظمت میں مزید اضافہ ہوگیا۔

واقعہ تحریم :

واقعہ تحریم ۹ھ ہجری میں پیش آیا واقعہ کچھ یوں ہے کے ایک دفعہ حضرت محمد (ﷺ) حضرت زینب بنت جحش (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے پاس تشریف لے گئے انہوں نے آپ (ﷺ) کی خدمت میں شہد پیش کیا آپ (ﷺ) کو چونکہ شہد بہت پسند تھا لہذا نوش فرمایا اس دوران معمول سے کچھ دیر ہوگئی حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے دیر سے آنے پر تجسس کیا تو صورتحال معلوم ہوئی چنانچہ انہوں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جب حضور (ﷺ) ہم دونوں کے گھر آئینگے تو ہم کہیں گے یارسول اللہ (ﷺ) کیا آپ نے مغافیر کا شہد نوش فرمایا ہے (مغافیر ایک پھول ہوتا ہے جسے شہد کی مکھی چوستی ہے اسمیں قدرے بو ہوتی ہے) جب حضور (ﷺ) فرمائیں کہ زینب رضی اللہ عنہا نے شہد پلایا ہے تو کہیں گے کہ شاید یہ شہد عرفط کی مکھی کا ہے۔ جب حضور (ﷺ) باری باری حضرت حفصہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے گھر تشریف لے گئے تو دونوں نے یہی گفتگو دہرائی جسے سن کر حضور (ﷺ) کی طبیعت مبارک مکدر ہوئی اور آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ میں اب آئندہ شہد نہیں کھاؤں گا۔ اس پر اللہ (عزوجل) نے قرآن پاک میں یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔

"اے نبی تم اپنی بیویوں کی رضامندی کیلیے جو چیز خدا نے حلال کی ہے اسکو اپنے اوپر کیوں حرام کرتے ہو۔ (سورہ تحریم)

واقعہ تخییر :

یہ واقعہ بھی ۹ھ پیش آیا واقعہ یوں کہ جب آیت تخییر نازل ہوئی تو آنحضرت (ﷺ) کو اس آیت مبارک میں حکم فرمایا گیا کہ اپنی ازواج کو مطلع فرمادیں کہ دو چیزیں تمھارے سامنے ہیں دنیا اور آخرت اگر تم دنیا چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو رخصتی جوڑے دیکر عزت واحترام کیساتھ رخصت کردوں اور اگر تم اللہ اور رسول (ﷺ) اور ابدی راحت کی طلبگار ہو تو اللہ تعالیٰ نے نیکوکاروں کیلیے بڑا اجر تیار کررکھا ہے آپ (ﷺ) نے حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو اس ارشاد باری تعالیٰ سے مطلع فرمایا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں سب کچھ چھوڑ کر اللہ اور اسکے رسول (ﷺ) کو لیتی ہوں۔" یہی بات جب دوسری ازواج سے دریافت فرمائی تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ (بخاری ج ۲ ص ۷۹۲، صحیح مسلم باب الدیلاء)

واقعہ ایلاء :

۹ ھ میں یہ واقعہ ایلاء پیش آیا۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ آنحضرت (ﷺ) زاہدانہ زندگی گزارنا پسند فرماتے تھے لہذا ازواج مطہرات کے جو کھجور اور غلہ کی مقدار عطا فرمایا کرتے تھے وہ انکی ضرورت کے لئے کافی نہ تھی جبکہ ازواج مطہرات یہ بھی جانتی تھی کہ اموال غنیمت اور سالانہ محاصل میں اسقدر اضافہ ہو چکا ہے کہ اگر انکے مقررہ غلہ میں اضافہ کر دیا جائے تو سرمایہ غنیمت میں کوئی فرق نہیں پڑے گا لہذا انہوں نے مل کر آنحضرت (ﷺ) سے اپنے مقررہ گزارہ میں اضافہ کی خواہش کی۔

حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے اپنی اپنی صاحبزادیوں یعنی حضرت عائشہ صدیقہ و حضرت حفصہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو سمجھایا کہ وہ توسیع نفقہ کے مطالبہ سے باز رہیں چنانچہ یہ دونوں ازواج آمادہ ہو گئیں کہ ہم آئندہ آنحضرت (ﷺ) کو زائد مصارف کی تکلیف نہیں دینگے۔

لیکن باقی ازواج مطہرات کا مطالبہ اپنی جگہ قائم رہا۔

آنحضرت (ﷺ) کے دل میں اس بات سے تکدر پیدا ہوا اور آپ (ﷺ) نے عہد فرمایا کہ ایک ماہ تک ازواج سے ملاقات نہیں کرینگے اس دوران ایک دن آپ (ﷺ) گھوڑے سے گر پڑے اور پہلوئے مبارک پر زخم آیا چنانچہ آپ (ﷺ) نے حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے حجرہ سے متصل بالا خانہ پر تنہا نشینی اختیار فرمائی اس صورتحال کو دیکھتے ہی منافقین کو کہ ایسے موقعوں کی تلاش میں رہتے تھے انہوں نے یہ خبر مشہور کر دی کہ آپ (ﷺ) نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے۔

تمام صحابہ کرام یہ سن کر بہت رنجیدہ ہوئے چنانچہ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) خدمت اقدس میں تشریف لے گئے اور دریافت کیا کہ کیا آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ تو آنحضرت (ﷺ) نے فرمایا نہیں حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) خوش ہو گئے اور یہ خوشخبری تمام صحابہ کرام کو سنا دی تمام صحابہ اور ازواج مطہرات میں خوشخبری سن کر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

جب ایلاء کی مدت یعنی ایک مہینہ گزر چکا تو آپ بالا خانہ سے اتر آئے اور سب سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے پاس تشریف لائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ ”میں ایک ایک دن گنتی تھی انتسویں دن حضور (ﷺ) بالا خانے سے اتر کر سب سے پہلے میرے پاس تشریف لائے میں نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ) آپ نے ایک مہینے کا عہد فرمایا تھا اور آج انتیس دن ہوئے ہیں“ فرمایا مہینہ کبھی ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے۔

عائلی زندگی

سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) کی عائلی زندگی بہت پرسکون وخوشگوار تھی آپ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) کا گھر بنونجار کے محلہ میں تھا جسکی وسعت تقریباً چھ سات ہاتھ تھی دیواریں مٹی کی تھیں چھت کھجور کی پتوں اور ٹہنیوں کی تھی جنکے اوپر کمبل ڈال دیا گیا تھا تاکہ بارش کا پانی نہ ٹپکے اور چھت کی بلندی اتنی تھی کہ آدمی کھڑا ہوتا تو ہاتھ چھت تک پہنچ جاتا تھا۔ دروازہ ایک پٹ کا تھا جس پر پردہ کے طور پر ایک کمبل پڑا رہتا تھا حجرہ سے متصل ایک بالا خانہ تھا جس پر آنحضرت (ﷺ) نے ایام ایلاء میں قیام فرمایا۔

آپ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) کی کل کائنات ایک چار پائے ایک چٹائی ایک بستر ایک کھجور کی چھال بھرا تکیہ کھجور رکھنے کے ۲ مٹکے اور ایک پانی رکھنے کا برتن اور ایک پانی پینے کا پیالہ۔ (بخاری شریف ج ا ص ۴۷)

سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) فرماتی ہیں کہ چالیس راتیں گزر جاتی تھیں ہمارے گھر چراغ نہیں جلتا تھا اور فرماتی ہیں کہ کبھی تین روز متواتر ایسے نہیں گزرتے کہ خاندان نبوت نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا ہو گو میں مہینہ بھر آگ نہیں جلتی تھی صرف پانی اور کھجوروں پر گزارا تھا لیکن اس کے باوجود آپ رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی بہت خوشگوار تھی۔

سرور عالم (ﷺ) طہارت کا خاص اہتمام فرمایا کرتے تھے اور اپنی مسواک بار بار دھلوایا کرتے تھے اور خدمت مبارک حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) انجام دیا کرتیں۔

سیدہ عائشہ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) فرماتی ہیں کہ میں اور آنحضرت (ﷺ) ایک ہی برتن میں کھایا کرتے تھے کسی اور زوجہ کو یہ خصوصیت حاصل نہ تھی اس روایت سے حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) اور آنحضرت (ﷺ) میں کمال درجہ کا انس محبت ثابت ہوتا ہے۔ (مدارج النبوۃ)

حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) سید انبیاء (ﷺ) کو بے حد محبوب تھیں آپ (ﷺ) ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

"اے باری تعالٰی یوں تو میں سب بیویوں سے برابر کا سلوک کرتا ہوں مگر دل میرے بس میں نہیں کہ وہ عائشہ کو زیادہ محبوب رکھتا ہے یا اللہ اسے معاف فرما۔"

(مسند ابو داؤد)

اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) بھی آنحضرت (ﷺ) پر جان چھڑکتی تھیں۔

ایک دفعہ آنحضرت (ﷺ) رات کے وقت اٹھ کر کہیں تشریف لے گئے جب حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) کی آنکھ کھل گئی اور حضور (ﷺ) کو موجود نہ پایا تو سخت پریشان ہوئیں دیوانہ وار اٹھیں اور ادھر ادھر اندھیرے میں ٹٹولنے لگیں آخر ایک جگہ حضور (ﷺ) کا قدم مبارک ملا دیکھا کہ آپ (ﷺ) سربسجود یاد الٰہی میں گم ہیں چنانچہ پھر آپ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) مطمئن ہوگئیں۔

جب آنحضرت (ﷺ) احرام باندھتے یا کھولتے تو حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) آپکے بدن اطہر پر خوشبو لگایا کرتی تھیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) آنحضرت (ﷺ) اور اپنے درمیان انس ومحبت کے ضمن میں فرماتی ہیں کہ

"آنحضرت (ﷺ) نماز میں ہوتے تھے اور میں انکے سامنے لیٹی ہوتی تھی رسول اللہ (ﷺ) اپنے ہاتھ سے میرے پاؤں چھوتے تھے تو میں اپنے پاؤں پیچھے کھینچ لیا کرتی تھی (یعنی آپ (ﷺ) کی جائے سجدہ پر پاؤں ہوا کرتے تھے اور جب سجدہ ہو چکتا تھا تو سیدہ عائشہ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) پھر اپنے پاؤں پھیلا لیا کرتی تھیں)۔

(مدارج النبوۃ)

آپ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) خوشگوار ازدواجی زندگی کے مظاہرے آخر دم تک رہے یہاں تک کہ آقائے دو جہاں (ﷺ) ظاہری وصال سے قبل بے حد علیل ہوگئے چنانچہ آپ (ﷺ) نے آٹھ دن حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) کے گھر قیام فرمایا حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) حضور (ﷺ) کی مسواک مبارک اپنے دانتوں سے چبا کر نرم کرتیں اور پھر حضور (ﷺ) اسے استعمال فرماتے۔ یہاں تک کہ حضور (ﷺ) کے ظاہری وصال کے وقت حضور (ﷺ) کا سر مبارک سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) کی گود مبارک میں رکھا ہوا تھا اور پھر آپ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) کے ہی حجرہ مبارکہ کو آنحضرت (ﷺ) کی آرام گاہ بننے کا شرف حاصل ہوا۔ (بخاری، مسلم)

عادات و اخلاق

سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اپنے اخلاق و عادات میں کمال درجہ کو پہنچی ہوئی تھیں۔

آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بے حد سخی اور وسیع القلب تھیں۔ حضرتِ عبداللہ ابن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے زیادہ سخی کسی کو نہیں دیکھا ایک مرتبہ حضرتِ امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے انکی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے تو شام سے پہلے پہلے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے وہ تمام درہم خیرات کر دیئے اور اپنے لئے کچھ نہ رکھا حالانکہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اس دن روزہ سے تھیں مگر اپنے افطار کے لئے بھی کچھ نہ روکا۔ (مستدرک حاکم ج ۴)

حضرتِ عروہ بن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) فرماتے ہیں کہ "ایک مرتبہ سیدہ عائشہ صدیقہ (ﷺ) کے پاس کسی نے ستر ہزار درہم بھیجے آپ نے میرے سامنے کھڑے کھڑے ساری رقم راہِ خدا میں لٹا دی۔"

یہاں تک کہ حضرتِ عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے اپنے اپنے رہنے کا مکان حضرتِ امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کے ہاتھ فروخت کر دیا اور جو قیمت ملی وہ سب راہِ خدا میں دے دی۔ (طبقات ابنِ سعد رحمۃ اللہ علیہ)

حضرتِ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی فیاضی اور سخاوت کا اندازہ اس واقعہ سے بھی بخوبی ہوتا ہے کہ ایک دن سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) روزے سے تھیں اور گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا اتنے میں ایک سائل نے آواز دی تو آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے وہ روٹی سائل کو دے دی۔

(موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ)

آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بے حد ایثار پسند تھیں اسکا اندازہ اس واقعہ سے لگایئے کہ آنحضور (ﷺ) کی آرام گاہ سیدہ عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے حجرہ مبارک میں بنائی گئی اسی طرح آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے والد سیدنا صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو بھی آنحضرت (ﷺ) کے قریب اسی حجرے میں آرام فرمانے کی سعادت حاصل ہوئی اب حجرے میں صرف ایک قبر کی جگہ باقی رہ گئی تھی جسے سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے اپنے لئے وقف کر لیا تھا کہ اس سے بڑی سعادت اور کیا ہو سکتی تھی کہ وہ سرورِ انبیاء (ﷺ) اور اپنے والدِ بزرگوار خلیفہ اول صدیق اکبر کے پہلو میں دفن ہوں۔

لیکن جب انہیں حضرتِ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کی اس خواہش کا علم ہوا کہ وہ اپنے لے یہ جگہ پسند فرماتے ہیں تو آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کے صاحبزادے سیدنا عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) سے فرمایا کہ میں خود کو اس قابل نہیں پاتی کہ انکی خواہش پر اپنی خواہش کو ترجیح دوں لہٰذا میں نے یہ جگہ انہیں دی۔

آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بے حد قناعت پسند، خوددار تھیں اور شجاعت و دلیری میں بھی اپنی مثال آپ تھیں آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) غیبت سے اجتناب برتتیں اور کسی کا احسان کم قبول کرتیں۔

آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اپنے خوفِ خدا میں بھی بلند مقام رکھتی ہیں۔

جب کبھی کوئی عبرت انگیز بات سنتیں تو بے اختیار رونے لگتیں تھیں ایک مرتبہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا کہ میں کبھی سیر ہو کر نہیں کھاتی کہ مجھے رونا نہ آتا ہو انکے ایک شاگرد نے پوچھا کیوں ؟ تو فرمایا مجھے وہ حالت یاد آتی ہے کہ خدا کی قسم آنحضور (ﷺ) نے کبھی دن میں دو بار بھی سیر ہو کر روٹی اور گوشت نہیں کھایا۔

عبادت کے معاملے میں بھی نہایت امتیازی درجہ رکھتی ہیں آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نہایت خاشع، متضرع اور عبادت گزار تھیں اکثر روزے رکھا کرتیں حج کی ہر سال پابندی کیا کرتی تھیں غلاموں پر شفقت فرماتیں اور انہیں خرید کر آزاد کرتیں آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد ایک روایت کے مطابق ۶۷ ہے۔

آپ نمازِ چاشت تہجد اور دیگر نوافل کی بے حد پابند تھیں حلقۂ درس کا اہتمام کرتیں جسمیں تشنگانِ علم آپکے علم و کمال سے اپنی پیاس بجھاتے اور سیراب ہوتے۔

درجۂ فضیلت

سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا درجہ فضیلت کی بلندی کی ایک وجہ محبوب خدا (ﷺ) کا سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے بے حد فرمانا تھا۔

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نے فرمایا کہ "اسلام میں سب سے اولین محبت جو پیدا ہوئی وہ آنحضرت (ﷺ) اور سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی آپس میں محبت ہے۔"

صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے آنحضور (ﷺ) سے دریافت فرمایا کہ یارسول اللہ (ﷺ) آپکے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ تو آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ "عائشہ" پھر دریافت کیا کہ مردوں میں سے کون ہے تو فرمایا عائشہ کے والد (یعنی سیدنا صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ)۔ (مدارج النبوۃ)

سیدۂ نا عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے مروی ہے کہ فرماتی ہیں کہ "ایک روز جبکہ آنحضرت (ﷺ) اپنی نعلین مبارکہ مرمت کر رہے تھے تو میں نے آنحضرت (ﷺ) کا چہرہ انور دیکھا آپکی پیشانی شریف سے اس وقت پسینہ بہتا تھا جسکے سبب آپکے چہرہ مبارک پر اتنی تابناکی تھی کہ میں متحیر رہ گئی۔ آنحضرت (ﷺ) نے میری جانب نظر مبارک اٹھا کر دیکھا اور پھر دریافت فرمایا حیران کیوں ہو رہی ہو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (ﷺ) آپ کے نورانی جمال اور جبین پاک کے پسینہ نے مجھے حیرت زدہ کر دیا ہے تب آپ (ﷺ) میرے پاس اٹھ کر تشریف فرما ہوئے اور میری دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور ارشاد فرمایا "اے عائشہ! (اللہ تجھے جزائے خیر دے تم اس قدر مجھ سے مسرور نہیں ہوئی ہو جتنا کہ تم نے مسرور کیا ہے۔" یعنی جتنا زوق وسرور تم نے مجھ سے حاصل کیا ہے اس سے زیادہ زوق وسرور مجھے تم سے حاصل ہوا ہے۔

(مدارج النبوۃ)

آنحضرت (ﷺ) کی بے پایاں محبت ہی تھی جسکی وجہ سے سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو باقی ازواج پر فضیلت حاصل ہے خود حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اس بات پر فخر کیا کرتی تھیں آپ فرماتی ہیں کہ۔ "سوائے میرے کسی دوسری باکرہ عورت سے آنحضرت (ﷺ) نے تزوج نہ فرمایا اور شوہر کے لئے باکرہ عورت محبوب تر ہوا کرتی ہے۔ (مدارج النبوۃ)

سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے لئے باعثِ فضیلت ایک یہ بات بھی ہے کہ نکاح سے قبل حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نے خواب میں آنحضرت (ﷺ) کو سبز ریشمی کپڑے پر حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی صورت مبارکہ مشاہدہ کروائی اور آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے نکاح سے قبل ہی آنحضرت (ﷺ) کو انکے حسن وجمال پاک کا مشتاق اور محبّ بنایا گیا۔

چنانچہ آنحضرت (ﷺ) سیدہ عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے ارشاد فرماتے ہیں۔ "میں نے دورانِ خواب ہی کہا کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خواب ہے تو لازماً پورا ہوگا یعنی مجھے اللہ تعالیٰ ضرور اسطرح کی زوجہ عطا فرمائے گا۔"

اس جملہ مبارک میں اظہار شوق ورغبت محسوس ہوتی ہے جو آپکے دل میں سیدہ عائشہ صدیقہ کے لئے پیدا ہوئی۔

سیدہ عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی فضیلت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ نبی کریم (ﷺ) کو نزولِ وحی سوائے عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے کسی اور ازواج کے بستر پر نہیں ہوئی جو کہ سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے ممتاز ہونے کا ایک اہم ثبوت ہے۔ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بارے میں کوئی بات کی تو آنحضرت (ﷺ) نے فرمایا کہ عائشہ کے بارے میں مجھے اذیت نہ دو تحقیق کسی زوجہ کے بستر پر بھی وحی نازل نہیں ہوئی سوائے عائشہ کے تو حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے عرض کی "اتوب الی اللہ تعالیٰ من اناک یا رسول اللہ (ﷺ)

ایک مرتبہ آنحضور (ﷺ) نے خاتون جنت سیدہ فاطمہ الزہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے ارشاد فرمایا کیا تم اسے پسند کرتی ہو جسے میں پسند کرتا ہوں؟ سیدہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) نے جواب دیا جی ہاں یا رسول اللہ (ﷺ) میں اسے پسند کرتی ہوں تو آپ (ﷺ) نے فرمایا پس عائشہ کو محبوب گردانو" (مدارج النبوت)

اپنی فضیلت کے بیان میں عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے کسی ایسی عورت سے شادی نہ کی جسکے ماں اور باپ دونوں نے راہ خدا میں ہجرت کی ہو سوائے میرے۔

سیدہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ آپکے کنبے میں چار صحابی ہوئے ہیں سول اللہ (ﷺ) اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضیاللہ عنہ کے درمیان ایسے ہی معاملات تھے جیسے کہ محب ومحبوب کے درمیان ہوتے ہیں چنانچہ یہی وجہ تھی کہ سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) آپ (ﷺ) سے ہر بات کہہ لیا کرتی تھیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ "عائشہ میں جانتا ہوں کہ تم کبھی میرے ساتھ راضی ہوتی ہو اور کبھی ناراض ہوتی ہو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) آپ نے کیسے معلوم کرلیا؟ آپ نے فرمایا کہ جب تم خوش ہوتی ہو تو اس طرح قسم کھاتی ہو لا ورب محمد اور جب ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو لا ورب ابراھیم میں نے عرض کی کہ ہاں ایسے ہی ہے حالت ناراضگی میں صرف آپکا نام ہی چھوڑتی ہوں لیکن آپکی یاد اور آپکی ذات میری جان میں ہوتی ہے اور میری جان آپکی محبت میں متفرق ہوتی ہے اور محبت میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا۔ (مدارج نبوۃ)

حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ((ﷺ)) نے ارشاد فرمایا:

"عائشہ کو عورتوں پر اسطرح فضیلت ہے جسطرح ثرید (شوربے میں ملی ہوئی روٹی) کو دوسرے کھانوں پر۔" (بخاری شریف)

حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کے لئے فضیلت کا سبب سب سے بڑھ کر یہ بھی ہے کہ حضور (ﷺ) نے ظاہری وصال سے اپنی علالت کے دن سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کے گھر انکے ساتھ گزارے اور وصال کے وسال کے وقت آنحضور (ﷺ) کا سر مبارک آپ (رضی اللہ عنہا) کی گود میں تھا اور آپ (رضی اللہ عنہا) کے ہی حجرے مبارک کو آنحضور (ﷺ) کی آرام گاہ بننے کی سعادت حاصل ہوئی۔

حضور (ﷺ) کی علالت کے دنوں میں آپ (رضی اللہ عنہا) انہیں مسواک چبا کر نرم کر کے دیا کرتیں تھیں یہاں تک کہ آخری لمحوں میں بھی آپ (رضی اللہ عنہا) نے آنحضور (ﷺ) کو مسواک دانتوں سے نرم کر کے دی سیدہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) فخر سے فرمایا کرتیں تھیں کہ تمام ازواج میں مجھی کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آخر وقت میں بھی میرا جھوٹا آپ (ﷺ) نے منہ سے لگایا۔

علم وفضل

نبی کریم (ﷺ) کے ظاہری وصال کے بعد سیدہ عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) جو کہ اس وقت ۱۸ برس کی تھیں مگر اس وقت سے لے کر جب تک حیات رہیں عالم اسلام آپ کے علم وفضل سے خوب خیر و برکت حاصل کرتا رہا آپ (ﷺ) کے ظاہری وصال کے بعد سے ۴۸ برس عالم بیوگی میں بسر کیے مگر اس دوران اشدو ہدایت کا منبع بنی رہیں۔

آپکا علم وفضل کے کمال درجہ پر فائز تھیں یہی وجہ تھی کہ باقی تمام امہات المومنین، صحابیات و دیگر عورتوں اور چند ایک صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے علاوہ باقی صحابیوں پر علمی قابلیت کے سبب ممتاز مقام رکھتی ہیں۔

حضرت عائشہ مجتہدین صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) میں شامل ہیں اور اسی بلندی کے سبب بلا تردد انکا نام حضرت علی، حضرت عمر، حضرت عبداللہ ابن مسعود، اور حضرت عبداللہ ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے ساتھ لیا جاسکتا ہے۔

یہی نہیں بلکہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے حضرت ابوبکر وحضرت عمر وحضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے زمانہ خلافت میں فتویٰ دیا کرتی تھیں بڑے بڑے جلیل القدر صحابی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ان سے آکر مسائل پوچھا کرتے تھے۔

آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) مکثرین صحابہ (رضی اللہ عنہم) میں شامل ہیں آپ نے ۲۲۱۰ احادیث روایت کیں بعض کا قول ہے کہ احکام شرعیہ کا ایک چوتھائی حصہ حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے منقول ہے۔

آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) جو احادیث روایت کرتیں اکثر اسکا پس منظر اور اسباب وعلل کے ساتھ بیان کرتیں آپ مستند و مدلل توجیہات بیان کرتیں کہ مذلل کسی تاویل کی ضرورت نہ پڑتی آپ ہمیشہ نبی کریم (ﷺ) کے اقوال وافعال کی حقیقی روح تک پہنچنے کی کوشش کرتیں۔

یہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی خداداد ذہانت وفطری دانشمندی ہی تھی کہ آپکو حدیث وفقہ میں اسقدر کمال حاصل ہوگیا کہ بڑے بڑے صحابۂ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) آپکا مقابلہ نہ کرپاتے تھے۔

علم فرائض اور مسائل میراث کو حل کرنے میں آپ اس قدر مہارت رکھتی تھیں کہ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) جیسے جلیل القدر صحابی اور خلیفہ نے کئی بار میراث کے مسائل ان سے دریافت کیے۔

علم کلام کے اسقدر مسائل پر بھی آپ نے بیان فرمایا ہے چنانچہ اس سلسلے میں رویت باری، علم غیب، عصمت انبیاء، معراج، ترتیب خلافت اور سماع موتیٰ وغیرہ سے متعلق مسائل بھی آپکی زبان مبارک سے ادا ہوئے۔

علم اسرار الدین سے متعلق مسائل مثلاً قرآن پاک کی ترتیب ونزول، نماز قصر کی علت، غسل جمعہ، صوم عاشورہ کا سبب، حج کی حقیقت، ہجرت کے معنی اور مدینے میں اسلام کی کامیابی کے اسباب پر کی گئیں آپکی تشریحات آپکے علم وفضل کی بلندی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

تاریخ اسلام سے متعلق بعض اہم واقعات بھی آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے منقول ہیں جنہیں آغاز وحی کی کیفیت، ہجرت کے واقعات، واقعہ فدک، نزول قرآن اور اسکی ترتیب، نماز کی صورتیں، غزوہ بدر، غزوہ خندق، غزوہ احد، غزوہ ذات الرقاع میں نماز خوف کی کیفیت۔ فتح مکہ میں عورتوں کی بیعت، حجۃ الوداع کے حالات، آنحضرت (ﷺ) کے اخلاق وعادات اور دیگر حالات شامل ہیں۔

ادب وخطابت میں اسکے علاوہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) علم طب، تاریخ عرب مہارت کا بھی جواب نہیں رکھتی تھیں۔

کلمات الثناء

حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بے مثال علم وفضل کو متعدد اکابر صحابہ وتابعین نے خراج عقیدت پیش کیا ہے:

حضرت ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) فرماتے ہیں:

"ہم کو بھی کوئی ایسی مشکل بات پیش نہیں آئی جسکو ہم نے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے نہ پوچھا ہو اور ان کے پاس اس سے متعلق کچھ معلومات نہ ملی ہوں۔" (الترمذی)

حضرت عروہ بن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کا قول ہے:

"قرآن، فرائض، حلال وحرام، فقہ، شاعری، طب، عرب کی تاریخ اور نسب کا عالم حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔"

امام زہری تابعی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) فرماتے ہیں:

"عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عالم تھیں۔ بڑے بڑے اکابر صحابہ ان سے پوچھا کرتے تھے۔

اگر تمام مردوں کا اور امہات المومنین کا علم ایک جگہ جمع کر دیا جائے تو حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا علم وسیع ہوگا۔" (طبقات ابن سعد)

حضرت موسیٰ ابن طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) فرماتے ہیں:

(ادبی حیثیت سے) "میں نے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے زیادہ کسی کو فصیح اللسان نہیں دیکھا۔"

حضرت معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کا قول ہے کہ

"ہم نے حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے زیادہ بلیغ، زیادہ فصیح اور زیادہ تیز فہم کوئی خطیب نہیں دیکھا۔"

حضرت عطا ابن ابی رباح تابعی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) فرماتے ہیں:

"حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اپنے وقت کے تمام لوگوں سے زیادہ فقیہہ تھیں اور ان کی رائے عام مسائل میں سب سے احسن اور خوب تصور کی جاتی تھی۔ مشکل سے مشکل مسائل کو نہایت آسانی سے حل کر دیتیں۔"

دیگر محدثین کی رائے ہے کہ

"اگر آنحضرت (ﷺ) کے پردہ فرمالینے کے بعد سیّدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) جیسی ذہین اور صاحب علم خاتون نہ ہوتیں تو علم حدیث کا آدھا حصہ یقیناً ضائع ہو جاتا۔"

غرضیکہ سیّدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اپنے علم وفضل سب وہ کمال ومہارت رکھتی تھیں کہ جسے بیان کرنا بس سے باہر ہے۔ یقیناً سیّدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) امتِ مسلمہ کے لئے محسنہ ثابت ہوئیں۔

تلامذہ

غرضیکہ تشنگانِ علم نے آپکے علم وفضل سے خوب ہی پیاس بجھائی اور سیراب ہوئے جن لوگوں نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ انکی تعداد تقریباً دوسو (۲۰۰) کے قریب ہے۔ اکابر صحابہ احد تابعین کی ایک بڑی تعداد شامل ہے ان میں سے کچھ کے نام درج ذیل ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ ابن عمر، حضرت عمرو بن العاص، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت بریدہ، حضرت عروہ بن زبیر، حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر، حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن، حضرت مسروق بن احدع، حضرت معاذہ بنت عبداللہ العدویہ، حضرت صفیہ بنت شیبہ، حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن، حضرت عائشہ بنت طلحہ، امام نخعی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعنہما)

وصال

حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کے آخیر دور خلافت میں ۱۷ رمضان ۵۷ھ کو پردہ فرماگئیں۔اس وقت ان کی عمر مبارک ۶۷ برس تھی۔آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی فضیلت کے مطابق آپکو رات کے وقت جنت البقیع میں سپرد خاک کیا گیا۔حضرت قاسم بن محمد، عبداللہ بن عبدالرحمن ، عبد اللہ بن ابی عتیق، عروہ بن زبیر اور عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے آپکو قبر مبارک میں اتارا اور حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) جو اس وقت مدینہ شریف کے حاکم تھے۔نماز جنازہ پڑھائی۔

سیّدہ عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی وفات کا سن کر لوگوں کا ہجوم جمع ہوگیا کہ لوگوں کے مطابق اتنا ہجوم کبھی نہیں دیکھا۔لوگوں کے اس اژدھام کو دیکھ کر حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا:

"خدا عائشہ پر رحمت فرمائے وہ اپنے باپ کے سوا حضور (ﷺ) کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔"

ایک روایت کے مطابق تمام اہل مدینہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے وصال کے سبب مغموم تھے۔ (طبقات ابن سعد)

﴿ خاتونِ جَنَّت ﴾

سیّدۃُ النساء فاطمۃُ الزہرا

(رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

یومِ وِصال ۳ رمضان المُبارک

نام و نسب

آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا نام مبارک فاطمہ اور لقب زہرا ہے آپ نبی کریم (ﷺ) کی چوتھی اور آخری صاحبزادی ہیں آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سیدہ خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بطن مبارک سے پیدا ہوئیں۔

آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے سن ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے البتہ سب سے مشہور روایت یہی ہے جیسا کہ امام ابن جوزی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ بعثت سے پانچ برس پیشتر سیدہ فاطمۃ الزہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی ولادتِ مبارکہ ہوئی۔ (مدارج النبوۃ)

القابات :

آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بے شمار القابات ہیں جن میں زہرا، سیدۃ النساء العٰلمین، عزرا، بتول، خاتونِ جنت، زاہدہ، سیدہ، طاہرہ، زکیہ، رافیہ، طیبہ، کاملہ، صادقہ، صالحہ، عاصمہ، ساجدہ وغیرہم زیادہ مشہور ہیں۔

نکاح

سیدہ فاطمۃ الزہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا نکاح آنحضرت (ﷺ) نے غزوہ بدر کے بعد حضرت علی (کرم اللہ وجہہُ الکریم) سے فرمادیا۔ یہ رمضان المبارک کا مہینہ اور ۲ ھ تھا۔ اس وقت آپکی عمر پندرہ سال ساڑھے پانچ ماہ تھی۔ جبکہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کی عمر ۲۱ سال تھی۔ (مدارج النبوۃ)

روایات میں آتا ہے کہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے نکاح کی خواہش لئے دربار اقدس (ﷺ) میں حاضر ہوئے لیکن فطری حیا اور حضور (ﷺ) کے ادب ولحاظ میں حرف مدّعا زبان پر نہ لاسکے بلکہ سر جھکائے خاموش بیٹھے رہے یہاں تک حضور (ﷺ) نے خود ہی دریافت فرمایا کہ آج خلاف معمول چپ چاپ ہو کیا فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے نکاح کی درخواست لے کر آئے ہو ؟

حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نے عرض کی بے شک یارسول اللہ (ﷺ) حضور (ﷺ) نے پوچھا تمھارے پاس مہر ادا کرنے کے لئے بھی کچھ ہے ؟ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نے نفی میں جواب دیا۔

پھر حضور (ﷺ) نے فرمایا میں نے غزوہ بدر میں جو زرہ دی تھی وہی مہر میں دے دو۔

چنانچہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نے حکم کی تعمیل کی اور زرہ فروخت کردی جسے حضرتِ عثمانِ غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نے چار سو اسی درہم میں خرید لی اور پھر یہی زرہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو بطور ہدیہ واپس کردی۔

حضور (ﷺ) نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) سے ارشاد فرمایا دو تہائی خوشبو وغیرہ پر اور ایک تہائی سامانِ شادی اور دیگر اشیاء خانہ داری پر خرچ کرو پھر تمام انصار و مہاجرین صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو بلایا جب تمام صحابہ دربار رسالت (ﷺ) میں جمع ہوگئے تو آپ (ﷺ) منبر شریف پر تشریف لے گئے اور فرمایا۔

"اے گروہ مہاجرین وانصار (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ابھی جبرئیل امین (علیہ السلام) میرے پاس یہ اطلاع لے کر تشریف لائے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المعمور میں فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنت محمد (ﷺ) کا نکاح اپنے بندۂ خاص علی ابن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) سے کردیا اور مجھے حکم ہوا ہے کہ عقدِ نکاح کی تجدید کر کے گواہان کے روبرو ایجاب وقبول کراؤں۔

پھر حضور (ﷺ) نے خطبہ نکاح پڑھا اور حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) سے ایجاب وقبول کروایا اور دعائے خیر و برکت فرمائی اور ایک طبق چھوارے حاضرین محفل میں تقسیم فرمائے۔

سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کا مہر چار سو مثقال چاندی مقرر ہوا۔

زرہ کے علاوہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کے پاس ایک بھیڑ کی کھال اور ایک یمنی چادر تھی جو آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نے سیدہ فاطمہ زہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی نذر کردی۔

چونکہ نکاح سے قبل حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) حضور (ﷺ) کے پاس رہتے تھے لہٰذا اب شادی کے بعد گھر کی ضرورت پڑی۔ حضرت حارثہ بن نعمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کے پاس متعدد مکانات تھے جن میں سے کئی آنحضرت (ﷺ) کو تحفہ کرچکے تھے جب انہیں معلوم ہوا کہ سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کو الگ گھر کی ضرورت ہے انھوں نے ایک مکان انہیں ہدیہ کردیا۔

رخصتی سے قبل حضور (ﷺ) نے سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا ہاتھ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کے ہاتھ میں دے کر فرمایا:۔

"اے علی پیغمبر کی بیٹی تجھے مبارک ہو"

اسکے بعد سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے فرمایا:۔

اے فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تیرا شوہر بہت اچھا ہے۔ پھر دونوں کے لئے دعائے خیر فرمائی اور خود دروازے تک چھوڑنے آئے۔

حضرت اسماء بنت عمیس اور بعض روایتوں کے مطابق سلمیٰ، ام رافع یا ام ایمن (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے ہمراہ گئیں۔

جب سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اپنے نئے گھر پہنچ گئیں تو پھر آنحضرت (ﷺ) انکے گھر تشریف لے گئے ایک برتن میں پانی منگوایا دونوں دستِ مبارک اس میں ڈالے اور حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) اور سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) پر وہ پانی چھڑکا اور حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے ارشاد فرمایا:۔

"میں نے خاندان میں بہترین شخص سے تمھارا نکاح کیا ہے۔" (بخاری ج ۲، طبقات، زرقانی)

سامانِ جہیز

نبی کریم (ﷺ) نے اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہر (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اکو جو سامانِ جہیز عطا فرمایا اسمیں درج ذیل اشیاء شامل ہیں۔

۱) ایک عدد مصری کپڑے کا بستر جس میں اون بھری ہوئی تھی۔

۲) ایک منقش تخت نما پلنگ۔

۳) ایک چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

۴) ایک مشکیزہ۔

۵) دو مٹی کے گھڑے پانی کے لئے۔

۶) ایک آٹا پیسنے کے لئے چکی۔

۷) ایک پیالہ۔

۸) دو چادریں۔

۹) دو نقرئی بازو بند۔

۱۰) ایک جاءِ نماز۔

دعوت ولیمہ :

حضور (ﷺ) نے دوسرے دن حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) سے ارشاد فرمایا کہ دعوتِ ولیمہ بھی ہونی چاہیئے چنانچہ مہر ادا کرنے کے بعد جو رقم بچ گئی حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے اسی سے دعوتِ ولیمہ کا اہتمام فرمایا کھانے میں پنیر، کھجور، نان، جو، اور گوشت تھا۔

حضرتِ اسماء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے روایت ہے کہ یہ اس زمانے کا بہترین ولیمہ تھا۔

جنتی لباس

حضرت علامہ صفوری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے امام جوزی کے حوالے سے لکھا ہے حضور (ﷺ) نے سیدہ فاطمہ زہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی شادی کے لئے ایک کرتہ بنایا۔سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے پاس ایک پرانا پیوند لگا کرتہ بھی تھا اسی دوران ایک سائل دروازے پر آ کھڑا ہوا اور سوال کیا میں نبوت کے گھر سے پرانا کرتہ مانگتا ہوں سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے پرانا کرتہ دینے کا ارادہ کیا لیکن آپکو اللہ (عزوجل) کا یہ فرمان مبارک یاد آ گیا۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ط

ترجمہ کنزالایمان : تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہ خدا (عزوجل) میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو۔

چنانچہ سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے اپنا کرتہ سائل کو عطا فرما دیا۔

رخصتی کے وقت جبرئیل (علیہ السلام) آئے اور بارگاہ اقدس میں عرض کی یارسول اللہ (ﷺ) اللہ تعالیٰ نے آپکو سلام کہا اور مجھے ارشاد کیا کہ میں فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو سلام کروں اور انکے لئے جنتی لباسوں میں سے سندس اخضر کا ایک خاص لباس ہدیہ بھیجا ہے چنانچہ وہ جنتی لباس سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو پہنایا گیا۔

جب سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اس جنتی لباس کو پہن کر کافر عورتوں کے درمیان بیٹھیں تو اس لباس کا نوران کافر عورتوں کی آنکھوں پر پڑا تو انکے دل سے کفر نکل گیا اور وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ (ﷺ) کی رسالت کی شہادت دینے لگیں یعنی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئیں۔(نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۲۸۸)

سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی سیرتِ مبارکہ

حضرت سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اپنی سیرت و کردار، رفتار و گفتار، عادت و خصائل میں آنحضرت (ﷺ) سے مشابہہ تھیں آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) زہد و ورع میں اپنی مثال آپ تھیں۔

ایک روز نبی کریم (ﷺ) سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے گھر تشریف لائے تو آپ (ﷺ) نے دیکھا سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے اونٹ کے بالوں کا بنایا ہوا ایک موٹا لباس زیب تن فرمایا ہوا ہے آنحضرت (ﷺ) کی چشمانِ مبارک سے آنسو بہنے لگے اور ارشاد فرمایا کہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) آج تنگی اور سختی کے وقت تم صابر ہوتا کہ کل قیامت کے دن تمھیں جنت کی نعمتوں کا حصول ہو۔

سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نہایت صابر شاکر قانع خاتون تھیں سخت قسم کے مصائب اور مشکلات کا سامنا صبر و استقلال سے فرماتیں اور کبھی کوئی شکوہ زبان پر نہ لاتیں۔

آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی خانگی زندگی پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے بے مثال زاہدانہ زندگی بسر فرمائی۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے چکی پیتے پیتے ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے، پانی بھر بھر کا لاتیں تو بھری ہوئی مشک اٹھانے سے سینے پر گھٹے پڑ جاتے گھر کی صفائی ستھرائی کھانا پکانے اور دیگر کام کاج کے دوران کپڑے میلے چیکٹ سیاہ ہوجاتے لیکن آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) صبر و شکر کے ساتھ راضی بہ رضا ہوکر گھر کے کام کاج میں مگن رہتیں۔

ایک دفعہ نبی کریم (ﷺ) حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے پاس تشریف لائے تو دیکھا کہ انہوں نے غربت و ناداری کے سبب اسقدر چھوٹا دوپٹہ اوڑھا ہوا ہے کہ سر ڈھانکتی ہیں تو پاؤں کھل جاتے ہیں اور پاؤں چھپاتی ہیں تو سر کھلا رہ جاتا ہے۔ حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے کئی کئی دن تک فاقے سے گزارے لیکن کبھی ماتھے پر بل نہیں ڈالے۔

ایک دن حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) اور سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) آٹھ پہر سے بھوکے تھے اسی دوران میں حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کو کہیں سے مزدوری میں ایک درہم مل گیا رات ہوچکی تھی ایک درہم کے جو خرید کر گھر پہنچے۔ سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے ان سے جو لے کر چکی میں پیسکر روٹی پکائی اور حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کے سامنے رکھ دی جب وہ کھا چکے تو خود کھانے بیٹھیں۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) فرماتے ہیں کہ مجھے اس وقت حضور نبی کریم (ﷺ) کا ارشاد مبارک یاد آیا کہ" فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) دنیا کی بہترین عورت ہے۔"

روایت کیا گیا ہے کہ ایک دن نبی کریم (ﷺ) نے اپنا دستِ مبارک سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے سرِ اقدس پر رکھا اور دعا فرمائی۔

"اے اللہ (عزوجل) انہیں بھوک کی اذیت سے نجات دے دے۔" سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا ارشاد ہے کہ اسکے بعد مجھے کبھی بھوک کا احساس نہ ہوا۔

(مدارج النبوۃ)

ایک دفعہ سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) مسجد نبوی میں تشریف لائیں اور روٹی کا ایک ٹکڑا سرکار دو عالم (ﷺ) کو دیا۔ حضور (ﷺ) نے پوچھا "یہ کہاں سے آیا" تو سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے جواب دیا بابا جان تھوڑے سے جو پیس کر روٹی پکائی تھی جب بچوں کو کھلا رہی تھی خیال آیا کہ آپ کو بھی تھوڑی سی کھلا دوں۔ اے اللہ (عزوجل) کے رسول (ﷺ) یہ روٹی تیسرے وقت نصیب ہوئی ہے حضور (ﷺ) نے روٹی تناول فرمائی اور فرمایا۔ "اے میری لختِ جگر چار وقت کے بعد یہ پہلا لقمہ ہے جو میرے منہ میں پہنچا ہے۔"

سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اکثر و بیشتر اسی حالت و کیفیت میں نظر آتیں کہ دو دو دن کے فاقے ہوتے اور بچوں کو گود میں لے کر چکی پیسا کرتیں اور دیگر گھریلو کام کاج میں مشغول ہوتیں۔

حضرت ابوذر غفاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کے گھر گیا تو دیکھا کہ سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) حضرتِ حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کو گود میں لئے چکی پیس رہی ہیں۔

سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فقر و تنگدستی کے باوجود غنا کی دولت سے مالا مال تھیں یہی وجہ تھی کہ اسقدر مصائب جھیلنے اور مشکلات برداشت کرنے کے باوجود کبھی فقر و تنگدستی کا شکوہ نہ کیا اور باحسن و خوبی تمام مصیبتوں کا سامنا کرتیں رہیں۔

ایک دفعہ سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بیمار ہوگئیں تو نبی کریم (ﷺ) اپنے ایک معمر بزرگ صحابی حضرت عمران بن حصین (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کے ہمراہ آپ کی مزاج پرسی کے لئے تشریف لائے دروازے پر پہنچ کر اندر آنے کی اجازت طلب فرمائی اور فرمایا کہ میرے ساتھ عمران بن حصین (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) بھی ہیں سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے جواب دیا بابا جان میرے پاس ایک عبا کے سوا کوئی دوسرا کپڑا نہیں کہ پردہ کروں چنانچہ حضور (ﷺ) نے اپنی چادر مبارک اندر پھینک کر ارشاد فرمایا" بیٹی اس سے پردہ کرلو۔" اسکے بعد حضور (ﷺ) اور حضرت عمران بن حصین (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) اندر تشریف لے گئے۔

سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بے حد عبادت گزار تھیں حضرت حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) سے روایت ہے کہ میں نے اپنی ماں کو صبح سے شام تک عبادت کرتے اور رب (عزوجل) کے حضور گریہ و زاری کرتے دیکھا۔ والدہ محترمہ گھر کی مسجد کے محراب میں ساری ساری رات نماز میں لگی رہتیں حتیٰ کہ صبح ہوجاتی تھی اور میں نے انکو خود سنا ہے کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے بہت دعائیں مانگا کرتی تھیں۔ (مدارج النبوۃ)

سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بے حد ایثار پسند تخی کشادہ دست اور فیاض تھیں آپکے دروازے پر کوئی سائل آجاتا تو کبھی خالی ہاتھ نہ جاتا۔

ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) ایک اعرابی کو جو نیا نیا مسلمان ہوا تھا لیکن حد درجہ غریب فقیر اور مسکین تھا ساتھ لئے اسکی خوراک کا بندوبست کرنے نکلے چند گھروں سے معلوم کیا لیکن وہاں سے کچھ نہ ملا چنانچہ حضرت سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا دروازہ کھٹکھٹایا آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے پوچھا کون ہے تو حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے فرمایا اے بنتِ رسول (ﷺ) اس فقیر و مسکین کو کچھ کھانے کو دے دیں سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے آبدیدہ ہوکر ارشاد فرمایا اے سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) ہم سب کو آج تیسرے وقت کا فاقہ ہے یہاں تک کہ بچے بھی بھوکے سوئے ہیں لیکن سائل کو بھوکا نہ جانے دونگی چنانچہ اپنی چادر عنایت فرمائی اور فرمایا کہ یہ چادر شمعون یہودی کے پاس لے جاؤ اور اسکے بدلہ میں تھوڑا غلہ اس سے لے آؤ حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) اعرابی کو ساتھ لے کر یہودی کے پاس پہنچے اسے چادر دی اور تمام ماجرا کہہ سنایا یہودی یہ سن کر بے ساختہ پکار اٹھا اے سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) خدا کی قسم یہ وہی لوگ ہیں جنکی خبر توریت میں دی گئی ہے تم گواہ رہنا کہ میں اللہ کے رسول (ﷺ) پر ایمان لے آیا اسکے بعد کچھ غلہ اور سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی چادر حضرت سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کو واپس کردی حضرت سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے پاس پہنچے سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے اسی وقت اناج پیسا اعرابی کے لئے روٹی پکا کر حضرت سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کو دی انہوں نے کہا اسمیں سے کچھ بچوں کے لئے رکھ لیجئے تو آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے جواب دیا جو چیز اللہ (عزوجل) کی راہ میں دے چکی وہ میرے بچوں کے لئے جائز نہیں۔"

حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) سے مروی ہے کہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے ایک دفعہ ساری رات مزدوری کی اور اجرت میں تھوڑے سے جو حاصل کئے اور گھر لے آئے سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے ان کا ایک حصہ پیس کر کھانا تیار کیا عین کھانے کے وقت ایک مسکین نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کہ میں بھوکا ہوں سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے سارا کھانا اسے دے دیا پھر باقی اناج کا کچھ حصہ پیس کر کھانا تیار کیا تو دروازے پر ایک یتیم نے آکر سوال کیا سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے وہ کھانا اسے دے دیا پھر باقی اناج پیسا اور کھانا تیار کیا ہی تھا کہ ایک مشرک قیدی نے اللہ کی راہ میں کھانا مانگا تو سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے وہ تمام کھانا اسکے حوالے کردیا اور تمام اہلِ خانہ نے اس دن فاقہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ ادا اسقدر پسند آئی کہ انکے لئے سورۃ الدھر کی آیت کریمہ نازل ہوئی۔

ایک مرتبہ کسی نے سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے پوچھا چالیس اونٹوں کی زکوٰۃ کیا ہوگی؟ تو سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا تمھارے لئے صرف ایک اونٹ اور اگر میرے پاس چالیس اونٹ ہوتے تو میں سارے ہی اللہ کی راہ میں دے دوں۔"

یہی نہیں بلکہ سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی فیاضی اور سخاوت و ایثار کا ایک واقعہ اوپر مزکور ہوچکا کہ سید عالم (ﷺ) نے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی شادی کے لئے نیا کرتہ بنوایا ایک سائل نے دروازے پر آکر پرانے کرتہ کا سوال کیا تو آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے رب (عزوجل) کی خوشنودی کی خاطر اسے پرانے کرتہ کے بجائے اپنا نیا کرتہ عنایت فرما دیا اللہ (عزوجل) کو آپکا یہ ایثار فیاضی اسقدر پسند آئی کہ پھر آپکی شادی کے موقع پر جبرائیل (علیہ السلام) کے ذریعے جنتی لباس عنایت فرمایا۔ (نزہۃ المجالس)

ازدواجی زندگی

گو کہ سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو بے شمار مصائب، مشکلات، فقر و ناداری کا سامنا تھا مگر اسکے باوجود آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی ازدواجی زندگی نہایت پر سکون اور خوشگوار تھی حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے بے حد محبت کرتے اور انکا خیال رکھتے تھے اور سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بھی اپنے شوہر حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کی جی جان سے خدمت کرتیں ان سے بے حد محبت کرتیں اور انکے آرام کے لئے کوئی کسر نہ اٹھا رکھتیں۔

ایک دفعہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) گھر تشریف لائے اور کچھ کھانے کو مانگا تو سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے بتایا کہ آج تیسرا دن ہے اور گھر میں جو کا ایک دانہ نہیں حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے فرمایا اے فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)! تم نے مجھ سے ذکر کیوں نہ کیا تو سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے جواب دیا کہ میں سوال کر کے آپ کو شرمندہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ایک دن سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سخت بیمار تھیں حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے انھیں اس حالت میں چکی پیستے دیکھا تو فرمایا اے رسول اللہ (ﷺ) کی بیٹی اتنی محنت نہ کیا کرو تھوڑی دیر آرام بھی کیا کرو کہیں زیادہ بیمار نہ ہو جاؤ تو فرمانے لگیں۔ "خدا کی عبادت اور آپ کی اطاعت مرض کا بہترین علاج ہے اگر ان میں سے کوئی بھی موت کا باعث بن جائے تو اس سے بڑھ کر میری خوش نصیبی کیا ہوگی۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) بھی آپکے آرام کا بے حد خیال رکھتے اور آپکی تکلیف پر رنجیدہ ہو جایا کرتے تھے یہی وجہ تھی کہ ایک مرتبہ جبکہ مالِ غنیمت میں مسلمانوں کے پاس کچھ لونڈیاں آئیں تو سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا خیال آیا کہ چکی پیس پیس کر ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں اور چولہا پھونکنے سے چہرے کا رنگ متاثر ہو گیا ہے گھر کے کام کاج سے سیدہ بہت تھک جاتی ہیں۔ چنانچہ دونوں میاں بیوی حضور (ﷺ) کی خدمت میں عرض گزار ہوئے اور ایک لونڈی کی درخواست کی تو حضور (ﷺ) نے فرمایا کہ تم جس جس چیز کے خواہشمند تھے اس سے بہتر ایک چیز میں تم کو بتاتا ہوں ہر نماز کے بعد ۱۰-۱۰ مرتبہ سبحان اللہ، الحمدللہ اور اللہ اکبر پڑھ لیا کرو اور سوتے وقت ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمدللہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھ لیا کرو یہ عمل تمھارے لئے بہترین خادم ثابت ہوگا۔ (رواہ ابن سعد، ابن حجر)

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ عمل جو کہ تسبیح فاطمہ کے نام سے مشہور ہے تکلیف دور کرنے کے لئے مجرب ہے فقیر کا خود اس پر عمل ہے جسکے نتیجے میں تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے اور صبح اٹھ کر تازگی و فرحت محسوس ہوتی ہے۔

نبی کریم (ﷺ) اور سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی بے مثال محبت

نبی کریم (ﷺ) اور سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور نبی کریم (ﷺ) ایک دوسرے سے بے حد محبت کرتے تھے اور ایک دوسرے کی تکلیف پر مغموم اور افسردہ ہوجایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں جب رسول اللہ (ﷺ) نماز میں مشغول تھے تو عقبہ بن ابی معیط نے دورانِ سجدہ آپ (ﷺ) کی گردنِ مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی وہاں بیٹھے کافر خوب مذاق اڑانے لگے سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو جیسے ہی خبر ہوئی تو آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) دوڑی دوڑی آئیں گو کہ اس وقت آپکی عمر پانچ یا چھ برس کی ہی تھی لیکن جوشِ محبت میں آپ (ﷺ) کی گردن مبارک سے اوجھڑی کو اٹھا کر پھینکا اور عقبہ کو برا بھلا کہا۔ (بخاری ج ۱)

اسی طرح غزوہ احد میں نبی کریم (ﷺ) شدید زخمی ہوگئے تو خبر ملتے ہی سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) دوسری صحابیات کے ساتھ مدینہ منورہ سے میدانِ اُحد پہنچیں اور اپنے پدر محترم (ﷺ) کو اس حالت میں دیکھ کر سخت رنجیدہ و غمزدہ ہوئیں بادیدہ و گریاں حضور (ﷺ) کے زخموں کو بار بار دھوتی تھی لیکن جب خون نہیں رُکا تو بالآخر کھجور کی چٹائی جلا کر زخم میں بھری جس سے خون تھم گیا۔

نبی کریم (ﷺ) بھی حضرت سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے بے حد محبت فرمایا کرتے تھے۔

آپ (ﷺ) جب کبھی سفر پر تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے پاس سے ہوتے ہوئے جاتے اور جب سفر سے واپسی ہوتی تو سب سے پہلے حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے پاس تشریف لاتے جب کبھی سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) آپ (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ (ﷺ) کھڑے ہوجاتے انکی پیشانی چومتے اور اپنی نشست پر بیٹھنے کی جگہ عطا فرماتے اور بعض اوقات آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے لئے اپنی چادر بچھاتے اور سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو اس پر بٹھاتے۔

نبی کریم (ﷺ) کا پردہ فرمانے کا وقت قریب آیا تو آپ (ﷺ) نے سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی دلجوئی اور انکی پریشانی و غم رفع کرنے کے لئے ایک دن سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے ارشاد فرمایا "میرے جانے کا وقت قریب آگیا ہے تم اہل بیت میں سے سب سے پہلے مجھے ملوگی اور تم جنت کی عورتوں کی سردار ہوگی۔"

حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ آنحضور (ﷺ) لوگوں پر سب سے زیادہ محبوب سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو رکھتے تھے۔ (مدارج النبوۃ)

حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم نبی پاک (ﷺ) کے نزدیک حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے محبوب تر میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔" (مدارج النبوۃ)

فضائل و مناقب

احادیثِ مبارکہ میں بے شمار مقامات پر سیدۃ النساء حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بے شمار فضائل ومناقب بیان ہوئے ہیں۔

جیسا کہ مذکورہ بالا واقعہ سے معلوم ہوا کہ سید المرسلین (ﷺ) نے سیدہ فاطمۃ الزہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے لئے ارشاد فرمایا: "تم جنت کی عورتوں کی سردار ہوگی۔"

اسی بناء پر آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سیدۃ النساء کے لقب سے بھی مشہور ہیں۔ نبی کریم (ﷺ) نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا "فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے غضبناک کیا۔" (بخاری شریف)

حضور (ﷺ) سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے اکثر فرمایا کرتے۔ "اے فاطمہ تم تمہارا خاوند اور تمھاری اولاد میرے ساتھ جنت میں سب ایک جگہ ہونگے۔"

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا :۔

"اول شخص بدخل الجنته فاطمة بنتِ محمد و مثلها فی هذ ه الدمته مثل مریم فی بنی اسرائیل"

"اور (میرے بعد) سب سے پہلے جو ذات جنت میں داخل ہوگی وہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ محمد (ﷺ) ہے اور اس امت میں انکی مثال ایسی ہے جیسے حضرت مریم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی مثال بنی اسرائیل میں ہے۔"

جیسا کہ اوپر گزر چکا کہ سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) وہ مبارک اور فضیلت والی ہستی ہیں کہ اللہ (عزوجل) نے انکے نکاح کے موقعہ پر جبرائیل (علیہ السلام) کے ذریعے جنتی لباس ہدیۃً بھیجا اور آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نے بحکمِ الٰہی (عزوجل) سلام عرض کیا۔ (نزہۃ المجالس ج ۲)

ایک موقعہ پر حضور پرنور (ﷺ) نے ارشاد فرمایا "میری بیٹی میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس بات سے اسے اذیت پہنچتی ہے وہ میرے لئے بھی باعثِ تکلیف واذیت ہے۔" (مسلم شریف)

حضرتِ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے مناقب بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتی ہیں:۔ میں نے فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے زیادہ صاف گو نہیں دیکھا۔" (استیعاب ج ۲)

سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا شمار ان برگزیدہ خواتین میں ہوتا ہے جو دنیا کی تمام عورتوں پر فضیلت و بزرگی رکھتی ہیں جیسا کہ حدیثِ مبارکہ میں ارشاد ہوا۔

"تمھاری تقلید کے لئے تمام دنیا کی عورتوں میں مریم، خدیجہ، آسیہ اور فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کافی ہیں۔" (ترمذی شریف کتاب المناقب)

حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا" فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) دنیا کی بہترین عورت ہے۔"

سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور انکے شوہر حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) اور فرزندانِ سعد کی شان میں آیتِ تطہیر نازل ہوئی سورۃ الدھر میں اللہ (عزوجل) نے ارشاد فرمایا "اور وہ اللہ کی راہ میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔" آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے نام فاطمہ کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ سے محبت رکھنے والے تمام مسلمانوں کو دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھا ہے۔

اور آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا نام بتول اسلئے ہے کہ آپ اپنے زمانہ کی تمام عورتوں سے بہ لحاظ دین اور حسن و جمال منفرد تھیں۔ اور آپ کا نام زہرا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) زہرت بہجت اور حسن وجمال میں کمال پر تھیں۔ (مدارج النبوۃ)

سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی شان میں بیان ہوئی حدیث میں ہے۔ "اللہ تعالیٰ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی غضب سے غضب فرماتا ہے اور انکی رضا کے ساتھ راضی ہوتا ہے۔" (مدارج النبوۃ)

ایک مرتبہ آنحضرت (ﷺ) اپنے جسم اطہر پر اون کی بنی ہوئی ایک چادر لئے ہوئے تھے آپ (ﷺ) نے سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)، حضرت علی و حضرت حسن بن علی و حسین بن علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو اپنی ردائے مبارک میں داخل فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے "میں اس سے جنگ کروں گا جو ان سے جنگ کرے گا اور اسکے ساتھ صلح کرونگا جو ان کے ساتھ صلح کریگا۔" (مدارج النبوۃ)

حضور (ﷺ) سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے لئے اللہ (عزوجل) سے دعا فرماتے ہیں "یاالٰہی فاطمہ تیری کنیز ہے اس سے راضی رہنا"۔

آنحضرت (ﷺ) کی صاحبزادیوں میں صرف حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان سے آپ (ﷺ) کی نسل پاک جاری رہی۔

اولاد کرام

سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔

صاحبزادوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔حضرت سیدُنا امام حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ)۔

۲۔حضرت سیدُنا امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ)۔

۳۔حضرت سیدُنا محسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ)۔ (یہ بچپن ہی میں وصال پاگئے)

سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی صاحبزادیوں کے نام یہ ہیں

۱۔سیدہ ام کلثوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)۔ (یہ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کے نکاح میں آئیں)

۲۔سیدہ زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)۔ (یہ حضرت عبداللہ بن جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) کے نکاح میں آئیں)

۳۔سیدہ رقیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)۔ (یہ بچپن ہی میں وصال پاگئیں)

علم و فضل :

سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے ۱۸ احادیث منقول ہیں جنھیں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ وصحابیات (علیہم الرضوان) نے آپ سے روایت کیا ہے ان صحابہ کرام میں حضرت علی بن ابی طالب، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اور حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت امِ سلمیٰ، حضرت امِ رافع، حضرت امِ کلثوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔

وصال

آنحضرت (ﷺ) کے ظاہری وصال کے بعد سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) انتہائی غمگین و افسردہ رہنے لگیں یہاں تک کہ نبی کریم (ﷺ) کے وصال کے بعد کسی نے سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا آپ ہر وقت دل گرفتہ رہنے لگیں یہاں تک کہ نبی کریم (ﷺ) کے وصال کے ۶ ماہ بعد ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ کو وصال فرما گئیں اور اسطرح اللہ (عزوجل) کے محبوب دانائے غیوب (ﷺ) کا فرمان ہے کہ "میرے اور خاندان میں سب سے پہلے تم مجھ سے آکر ملوگی۔" حرف بہ حرف درست ثابت ہوا وصال کے وقت آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی عمر مبارک ۲۹ سال تھی۔

وصال سے قبل سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے حضرت اسماء بنتِ عمیس (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو بلا کر فرمایا۔"میرا جنازہ لے جاتے وقت اور تدفین کے وقت پردہ کا پورا لحاظ رکھنا کھلے جنازے میں عورتوں کی بے پردگی ہوتی ہے جس کو میں ناپسند کرتی ہوں اور غسل میں بھی سوائے اپنے اور میرے شوہر سیدنا علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے کسی اور کو شریک مت کرنا اور تدفین کے وقت بھی زیادہ ہجوم نہ ہونے دینا۔

چنانچہ حضرت اسماء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا کہ اے بنتِ رسول (ﷺ) میں نے حبش میں یہ طریقہ دیکھا ہے کہ جنازے پر درخت کی شاخیں باندھ کر ایک ڈولے کی صورت بنالیتے ہیں اور اس پر پردہ ڈال دیتے ہیں یہ کہہ کر آپ نے خرمے کی شاخیں منگوائیں اور ان پر کپڑا تان دیا جس سے پردہ کی صورت پیدا ہوگئی سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے اس کو بے حد پسند فرمایا چنانچہ وصال کے بعد سیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا جنازہ اسی صورت میں اٹھایا گیا اور سیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی وصیت کے مطابق آپکو رات کے وقت ہی سپردِ خاک کیا گیا اور جنازے میں زیادہ ہجوم نہ ہوسکا۔ (اسد الغابہ ج ۵)

سیدنا عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور حضرت علی، حضرت عباس، حضرت فضل بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے قبر میں اتارا اور بقیع شریف میں سپردِ خاک کردیا۔ (خلاصۃ الوفاء)

بعض روایتوں کے مطابق آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) دار العقیل کے ایک گوشے میں مدفون ہوئیں۔ (طبقات ج ۸)

حضرت اسماء بنتِ عمیس (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے مروی ہے کہ سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) آخری لمحات میں اللہ (عزوجل) کے حضور مناجات فرما رہی تھیں۔

"یاالٰہی (عزوجل) میرے باباجان (ﷺ) کی امت کے گناہگاروں پر رحم فرما اور انکے گناہوں سے درگزر فرما۔" (روضۃ الشہداء)

صاحبِ روح البیان شیخ اسماعیل حقی (رحمۃ اللہ علیہ) اپنی تفسیرِ قرآن بنام روح البیان میں رقم طراز ہیں۔

"جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ جب حضرت سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے پاس حضرت عزرائیل (علیہ السلام) روح قبض کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اس امر پر راضی نہ ہوئیں کہ ملک الموت میری روح قبض کریں پس اللہ تعالیٰ نے آپکی روح مبارکہ کو خود قبض فرمایا۔"

(تفسیر روح البیان ج ۸ ص ۱۱۴)